بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اور تجارت

افادات:

شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہٗ

مرتب:

محمد ناظم غفرلہٗ

ناشر:

الفاروق ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ

جامعۃ الابرار للبنات رشید نگر میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

نام کتاب	:	اسلام اور تجارت
افادات	:	شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہٗ
مرتب	:	محمد ناظم غفرلہٗ 9997277575
زیر نگرانی	:	مفتی محمد جنید صاحب 9319898983
کمپوزنگ	:	اشرف سلیم 9719251786
سن اشاعت	:	۲۰۱۹ء/۱۴۴۰ھ
تعداد	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۹۴
قیمت	:	ہدیہ الفاروق ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ

ملنے کے پتے:

جامعۃ الابرار للبنات، رشید نگر، میرٹھ شہر

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

فہرست مضامین

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند، الھند
(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband
PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. ....   Date:..........................

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

دعائیہ

پیش نظر رسالہ ''اسلام اور تجارت'' دراصل حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کا مجموعہ ہے۔ جنھیں مولانا محمد ناظم صاحب نے مرتب کر کے شایع کیا ہے۔

اسلام میں اکل حلال کی بے حد تاکید کی گئی ہے اور حرام سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کسب حلال کا سب سے مبارک طریقہ تجارت ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے ملک شام کے تجارتی اسفار فرمائے ہیں۔ آپ نے التَاجر الصَدوق الأمین مع النَبیّینَ وَالصّدّیقِینَ وَالشُّھَداءِ فرما کر جہاں سچے اور امانت دار تاجروں کی تعریف اور ہمت افزائی فرمائی ہے وہیں: إنَّ التُّجَارَ یُبْعَثُونَ یَوْمَ القِیامَۃِ فُجّارًا إلَّا مَنْ اتَّقَی اللّٰہَ وَبَرَّ وَصَدَقَ فرما کر اس راہ میں غایت درجہ احتیاط کی طرف متوجہ فرمایا دیا ہے۔

امید ہے کہ یہ رسالہ تجارت کے اسلامی اصول اور صحیح طریقۂ کار سے واقفیت حاصل کرنے میں مفید و معاون ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۶/۸/۱۴۴۰ھ = ۲۲/۴/۲۰۱۹ء

کلمات تحسین

عزیزی والد محترم

حضرت اقدس الحاج حافظ صغیر عالم صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ خاص پیر طریقت حضرت اقدس مولانا محمد قمر الزماں صاحب حفظہ اللہ الہ آبادی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم...................اما بعد

عقائد وعبادات کی طرح معاملات بھی دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس طرح عقائد اور عبادات کے بارے میں جزئیات اور احکام بیان کئے گئے ہیں اسی طرح شریعت اسلامی نے معاملات کی تفصیلات بھی بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے حلال وحرام مکروہ وغیر مکروہ جائز اور طیب مال کے مکمل احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور شریعت کی دیگر جزئیات کی طرح اس میں مکمل رہنمائی کی گئی ہے جو لوگ نماز اور روزہ کا اہتمام کرتے ہیں مگر صفائی معاملات اور جائز و ناجائز کی فکر نہیں کرتے وہ کبھی اللہ کے مقرب نہیں ہوسکتے اس لئے اس عمل شریعت پر ناقص ہے افسوس ہے کہ عرصہ دراز سے مسلمانون کے درمیان معاملات سے متعلق جو شرعی احکام ہیں ان کی اہمیت دلوں سے مٹ گئی اور دین صرف عقائد وعبادات کا نام سمجھا جانے لگا۔ حلال وحرام کی فکر رفتہ رفتہ ختم ہوگئی ہے۔ اور دن بدن اس سے غفلت بڑھتی جارہی ہے۔ جس کے سبب میں اقتصادیات میں پیچھے ہیں۔ تجارت کسب معاش کا بہترین طریقہ ہے۔ اسے اگر جائز اور شرعی اصول کے مطابق انجام دیا جائے تو دنیاوی اعتبار سے یہ تجارت نفع بخش ہوگی۔ اور اخروی

اعتبار سے بھی یہ بڑے اونچے مقام اور انتہائی اجر ثواب کا موجب ہوگی۔ تجارت اگر چہ دنیا کے حصول اور مال منفعت کے لئے کی جاتی ہے تاہم یہ خدا کا فضل ہے زاویۂ نگاہ اگر تھوڑا سا تبدیل کر دیا جائے اور تجارت کرنے والے یہ سوچ لیں کہ خدا کا حکم ہے حلال روزی کی تلاش اور حلال پیسوں کے ذریعہ اولاد کی پرورش، بیوی اور والدین کی ضروریات کی تکمیل اس کے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے اور غریب ونادار افراد کی مدد کرنے کیلئے یہ کاروبار کر رہے ہیں اور پھر وہ کاروبار بھی اسلامی اصول کی روشنی میں کیا جائے تو ایسی تجارت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور ایسے افراد کو انبیاء علیہ السلام کی معیت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو تاجر تجارت کے اندر سچائی اور امانت اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تجار قیامت کے دن فاسق وفاجر بنا کر اٹھائے جائیں گے مگر جو لوگ تقویٰ، سچائی اور اچھی طرح سے معاملہ کریں گے وہ اس میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان دونوں احادیث میں تجارت پیشہ افراد کی دو حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک میں ان کی تعریف بیان کی گئی ہے اور دوسری میں ان کی مزمت ہے۔ دراصل تاجر کی الگ الگ قسموں کا بیان ہے جو تاجر نیک نیت اور صالح ہو تجارت سے کسب حلال کا ارادہ رکھتا ہو ایسے لوگوں کا حشر بھی اچھا ہوگا۔ اور وہ اپنی نیک نیتی صلاحیت کی بنیاد پر قیامت کے دن اونچے مقام کے حامل ہوں گے۔ اور جو لوگ تجارت اصول سے ہٹ کر انجام دیتے ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز کے بغیر صرف دولت جمع کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے فریب دے کر جھوٹ بول کر دغا دے

کر دوسروں کی جیب پر ڈاکا ڈال کر پس ایسے تجارت پیشہ افراد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق وفاجر کہا ہے اور ان کا حشر بھی قیامت کے دن برے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ زیر نظر کتاب بھی ''اسلام اور تجارت'' اسی سلسلے کی تازہ تصنیف اور ایک اہم کڑی ہے جس کے اکثر مضامین میرے مربی حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ نے اسلامی تجارت کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر ایک اصلاحی مجلس میں بیان فرمائے تھے۔ اب افادۂ عام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں مضامین کو چند اضافوں کے ساتھ جن کا حوالہ بھی ہے۔ عزیزم محمد ناظم نے تحریری شکل دے کر ایک بیش قیمتی گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ کتاب ''اسلام اور تجارت'' کو بندے نے چند مقامات سے دیکھا جس میں تجارت کو اسلامی اصول اور صحیح طریقۂ کار سے واقفیت کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماشاء اللہ مجموعی اعتبار سے اشاعت دین کی یہ ایک عمدہ کوشش ہے۔ یقیناً تاجرین کے لئے مفید ومؤثر ثابت ہوگی۔ دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بارگاہِ ایزدی میں اس کو قبول فرمالے اور امت مسلمہ کیلئے نافع بنائے اور عزیزم محمد ناظم کو اخلاص کے ساتھ مزید اس نوع کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صغیر عالم
خادم جامعہ محمودیہ
علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

تقریظ

حضرت مولانا خلیل احمد قاضی صاحب مدینہ اکیڈمی ڈیوزبری، برطانیہ
(خلیفۂ مجاز شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ)

شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ ان پاکیزہ نفوس میں سے تھے جن کی پوری زندگی دین کی اشاعت وتبلیغ میں گزری آپ کی عمر منیٰ کے سانحۂ ارتحال کے وقت اسلامی تاریخ کے مطابق ۶۷؍سال کی تھی۔ اس مختصر سی زندگی میں آپ نے تدریسی تصنیفی خوانقاہی خدمات کے ساتھ ساتھ پورے ہندوستان میں تبلیغی اسفار فرمائے۔ اور متعدد بیرونی ممالک افریقہ، برطانیہ، باربادوس، کنیڈا، امریکہ، برما، ریونیین، زامبیا، زمبابوے نیپال، بنگلہ دیش، موزامبیق، آئیلینڈ کے بھی تبلیغی اسفار فرمائے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ملک وبیرون ممالک کے تبلیغی اسفار میں دینی اور اصلاحی بیانات فرمائے، اور مسلمانوں کو دین کی طرف متوجہ فرمانے اور ان میں دینی شعور پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظ و بیانات نا صرف مرتب ومربوط ہوتے بلکہ آپ ایسا اسلوب اختیار فرماتے جس کا سمجھنا ہر خاص وعام کیلئے آسان ہوجاتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک سفر برطانیہ کے دوران ایک مسجد میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مفصل بیان ہوا بیان کے اختتام پر حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب

لاجپوری دامت برکاتہم (خلیفۂ اجل حضرت مسیح الامتؒ) نے مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے فرمایا آپ کے بیان میں بیٹھے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں اپنے دو اکابر کی مجلس میں حاضر ہوں ایک تو میرے استاذ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اور دوسرے میرے پیر ومرشد مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بہت سے بیانات تو محفوظ وریکارڈ ہوچکے ہیں مزید ان ملفوظات وبیانات کو کتابی شکل میں لانے کیلئے کام جاری ہے۔ تاکہ ان کا نفع متعدی ہو۔ زیر نظر جو مضمون ہے بنام ''اسلام اور تجارت'' وہ بھی درحقیقت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک بیان ہے۔ جو ان کے ہمشیرہ زادہ عزیزم مولانا محمد ناظم صاحب سلّمہٗ نے محنت سے مرتب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں بہتر بدلہ دے اور ان کے علم عمل میں خوب برکت عطا فرمائے۔ آخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مغفرت فرمائے اور ان کے علمی اور روحانی فیض کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
یہ باغِ فاروق تیری یادوں کا مہکتا ہی رہیگا

العبد خلیل احمد قاضی عفی عنہٗ
مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، برطانیہ
۲۸؍ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۹؍اگست ۲۰۱۹ء

عرضِ مرتب

بسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداًومصلیاًومسلماً،امابعد

تجارت قوموں کی بقاء کا ذریعہ ہے کوئی بھی قوم چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم تجارت کے بغیر اس کا گزارہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین فطرت ''اسلام'' نے تجارت کو نہ صرف جائز قرار دیا، بلکہ اسے بابرکت اور پاکیزہ کہہ کر تاجروں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ البتہ اسلام مسلمان تاجروں کو دولت کی نہ بجھنے والی پیاس، خودغرضی اور مادہ پرستی سے بچانا چاہتا ہے۔ اس لئے جہاں وہ تجارت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے وہاں مسلمان تاجر کے سامنے کچھ مطالبات بھی رکھ دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے مسلمان تاجر مال سے پیدا ہونے والی ممکنہ اخلاقی برائیوں سے بچا رہے، اسلام نے تجارت کے سلسلے میں جو اصول وضوابط پیش کئے ہیں اور تجارت کی کتاب وسنت میں رہنمائی پیش کی گئی ہے وہ کسی بھی مذہب میں موجود نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم ان اسلامی اصول وضوابط اور ارشادات کو اپنانے میں کہاں تک کامیاب ہیں اور کہاں تک ناکام ہیں پیشِ نظر رسالہ جو محدثِ کبیر عالم جلیل مصنف باکمال شہید منیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفہ اجل فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

کا تجارت کے متعلق کیا ہوا ایک وعظ ہے حضرت کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ حضرت والا کو رب العالمین نے بہت سی صفتیں عطا فرمائی تھیں جس طرح حضرت والا نے قلم کے ذریعے سے امت کی رہنمائی فرمائی اسی طرح متعدد اسفار فرما کر قوم کی تشنہ لبی کو بیانات کے ذریعے سے سیراب کیا۔ احقر کا حضرت والا کا یہ وعظ جو تجارت کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے افادۂ عام کی نیت سے شائع کرنے کا ارادہ ہوا اور کچھ حوالہ جات اور کچھ ضروری چیزوں کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ رب کائنات سے یہ دعا ہے کہ اس رسالہ کو قبولیت سے نواز کر امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور احقر کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ 'آمین'

محمد ناظم غفرلہٗ
جامعۃ الابرار للبنات رشید نگر میرٹھ

حضرتؒ کی مختصر سوانح حیات

طفولیت خاندان، ابتدائی تعلیم

مظہر خلق ومروت پیکر حق وصداقت شیخ طریقت وشریعت عارف باللہ عالی جناب حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہ مہتمم جامعہ محمودیہ۔ آپ کا نام نامی محمد فاروق ہے آپ کی والدہ آپ کو عمر فاروق کے نام سے پکارتی تھیں۔ آپ اسم بامسمی مجسم رحمت وشفقت، منبع جود وسخاوت، سراپا رشد وہدایت، رہنمائے رہ نوردان راہِ خدا، شیخ کامل، مشفق ومربی، امراضِ روحانی کے طبیب حاذق، یادگارِ اسلام نمونہ اکابر، صاحب برکت، پیر طریقت کے مجموعہ ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت شریفہ ۱۹۵۰ء میں اپنے آبائی وطن موضع زین پور تحصیل سردھنہ ضلع میرٹھ صوبہ یوپی میں اپنے آبائی مکان میں ہوئی، بالتعین بقید ماہ وسال تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ کس کو معلوم تھا کہ جو بچہ آج ایک کاشتکار گھرانے میں پیدا ہوا ہے جوان ہوکر علم دین کا احیاء کرنے والا ہوگا، بڑا ہوکر شیخ الحدیث کے عظیم منصب، سینکڑوں مدارس کا بانی اور کثیر کتابوں کا مصنف، اخلاص وعمل کا جوہر لاثانی ثابت ہوگا۔

والد محترم

آپ کے والد محترم محمد ابراہیم صاحبؒ پابندِ صوم وصلوٰۃ دین دار تھے، مشغلہ کاشتکاری تھا، کچھ دن دہلی کے اندر امامت بھی فرمائی، قرآن شریف کی تلاوت کا بہت شوق تھا، ہمیشہ تلاوت قرآن مین مشغول رہتے، نماز باجماعت کی پابندی فرماتے، چار مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی، بچوں کی تربیت کا بھی نہایت اہتمام کرتے تھے اور عقیدہ کے بہت پختہ تھے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت دین دار، نیک دل خاتون تھیں، خود حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ صبح کو جلد اٹھ جاتیں، تہجد پڑھتیں، آٹا پیستیں، فجر کی نماز پڑھتیں اور دوسری تمام نمازیں بھی پابندی کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ ہر جمع کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا معمول تھا۔ نہایت ہی شاکرہ وصابرہ خاتون تھیں۔ رات کو چاروں قل آیۃ الکرسی پڑھنے کا معمول تھا۔

داداجان

آپ کے دادا چودھری عبدالسبحان صاحب مرحوم انتہائی نیک صالح شخص تھے۔ دین دار صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے دادا علی الصباح اٹھتے تھے، بارش ہو، سردی ہو، گرمی ہو تہجد مسجد کے اندر جاکر پڑھتے تھے، حالانکہ مسجد بھی فاصلہ پر تھی، عامۃً اذان بھی خود پڑھتے تھے۔

دمہ کے مریض تھے، بعض دفعہ دمہ کا دورہ پڑتا اور مسجد جاتے ہوئے راستہ میں کئی کئی مرتبہ بیٹھنے کی نوبت آتی، مگر نماز باجماعت ہی ادا فرماتے تھے۔

خاندان

حضرت مفتی صاحبؒ کا نسبی تعلق راجپوت قوم کے ایک گوت پنوار سے تھا، جو اس اطراف میں شجاعت و بہادری اور خودداری میں کافی مشہور ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے آبا واجداد اپنے آبائی پیشہ زراعت میں لگے ہوئے تھے، پڑھنے لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، بلکہ اس پورے علاقہ کا یہی حال تھا، صرف حافظ ہوجانے کو ہی بہت کچھ سمجھ لیتے تھے۔

دینی ماحول

آپ نے بچپن میں جس ماحول میں تربیت پائی خاندان میں دینداری، نماز، روزہ کی پابندی، دنیوی اعتبار سے شرافت، اس لئے کم سنی ہی کے اندر اللہ رب العزت نے حیاوادب وقار ومتانت کے ایسے اوصاف وکمالات سے آپ کو نوازا کہ بڑے بھی آپ کا پاس ولحاظ کرنے لگے، اس طرح آپ سب کے پیارے اور ہر دل عزیز بن گئے۔

ذکر ونوافل کا اہتمام

بچپن ہی سے آپ نماز پنجگانہ باجماعت پابندی کے ساتھ مسجد میں ادا فرماتے تھے، بچپن ہی میں راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھا کرتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں صبح کو جلدی اٹھ کر مسجد میں پہنچ جاتا تھا، چوں کہ میں چھوٹا

تھا اس لئے مجھے دروازہ کھلنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا، لوگ مسجد کا دروازہ کھولتے پھر میں مسجد کے اندر جاتا تھا۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے اندر ہی حافظ اکرام صاحبؒ سے حاصل کی، جو حضرت مولانا امیر صاحبؒ صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے صاحبزادے تھے۔ قاعدہ وناظرہ قرآن پاک آپ کے سامنے ہی مکمل کرلیا، جب آپ کا ناظرہ مکمل ہوگیا، آپ کے گاؤں کے قریب جسٹر سلطان نگر ہے وہاں پر قاری محمد ابراہیم صاحبؒ جو حافظ اکرام صاحبؒ کے دوست تھے، دونوں حضرات کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا تھا، حافظ اکرام صاحب کاندھلہ کے رہنے والے تھے اور قاری ابراہیم صاحب بجھیڑی مظفر نگر کے۔ ناظرہ مکمل ہونے کے بعد حافظ اکرام صاحبؒ کے حکم سے حضرت قاری محمد ابراہیم صاحبؒ کے پاس حفظ شروع کیا جو جامعہ اشرفیہ موضع جسٹر سلطان نگر میں پڑھاتے تھے جو زین پور کے قریب ہی ایک بستی ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا بیان ہے کہ قاری ابراہیم صاحبؒ بہت اچھے قاری تھے، بہت اچھی آواز تھی، آس پاس کے علاقہ میں وہ کافی مشہور تھے، ان ہی کے پاس مکمل قرآن شریف حفظ کیا روزانہ جسٹر کے لئے زین پور سے چار چکر لگتے تھے، صبح کو آتے پھر دوپہر کو چھٹی کے بعد کھانا کھانے کے لئے جاتے، پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دوبارہ جاتے، پھر عصر کے بعد کھانا کھانے، پھر مغرب سے پہلے جسٹر جاتے، عشا کے بعد واپس زین پور آتے روزانہ کا یہ معمول تھا۔

دار العلوم حسینیہ تاؤلی میں داخلہ

حفظ مکمل کرنے کے بعد تجوید و عربی فارسی کی تعلیم کے لئے آپ کے چچا نے آپ کا داخلہ تاؤلی میں کرایا، وہاں پر آپ نے تجوید قاری غریب نواز صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔ میزان نحو میر وغیر حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بستوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔

شوق مطالعہ

دار العلوم حسینیہ تاؤلی کے اندر پڑھتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ نے انجمن کی جتنی کتابیں تھیں اکثر کا مطالعہ کیا حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں رات کو مطالعہ کرتا رہتا، لائٹ جلتی تھی چنانچہ رات کو مہتمم صاحب تشریف لاتے اور ڈانٹتے کہ اب تک بتّی جلا رکھی اور بند کر کے چلے جاتے تھے، حضرت مہتمم صاحب کے چلے جانے کے بعد میں دوبارہ اٹھ کر بتی جلاتا اور مطالعہ شروع کر دیتا اس طرح میں نے انجمن کی اکثر کتابیں پڑھیں۔

مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ

مدرسہ حسینیہ تاؤلی کے بعد ۱۹۶۵ء میں آپ کے چچا آپ کو مفتاح العلوم جلال آباد لے کر آئے، عربی دوم کے اندر داخلہ کرایا، پھر عربی دوم سے لے کر آخر تک کی تعلیم مفتاح العلوم میں حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء آپ کے مفتاح العلوم جلال آباد کے زمانہ تعلیم کا آخری سال ہے۔

اسباق کی پابندی

اسباق کی پابندی کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ دورۂ حدیث شریف کے سال میں ایک غیر حاضری ہوئی وہ بھی اس لئے کہ حضرت علامہ صاحبؒ نے جسٹر کی تاریخ دے رکھی تھی، حضرت کی طبیعت خراب ہوگئی، اس لئے حضرت علامہ صاحبؒ نے مجھے جسٹر بھیجا چنانچہ میں جلال آباد سے جسٹر آیا اور وہیں سے جلال آباد آ گیا حالاں کہ میرا گاؤں زین پور بالکل قریب تھا، وہاں نہیں گیا، جیسے ہی جسٹر کے کام سے فراغت ہوئی، فوراً سیدھا جلال آباد آ گیا۔

کفایت شعاری

حضرت مفتی صاحبؒ نے زمانہ طالب علمی میں اپنے مصارف کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ والد صاحب کی طرف سے دس روپیہ خرچ کے لئے ملتے تھے، ان میں سے دو روپیہ کرایہ میں لگ جاتے اور دو روپیہ کا مٹی کا تیل اسٹوپ کے لئے خریدتا۔ ایک روپیہ یا کبھی دو روپیہ صابن یا دوسری ضرورت وغیرہ پر خرچ ہو جاتے، اس طرح چار روپئے یا پانچ روپئے بچ جاتے۔ سال میں تین چھٹی ہوتی سہ ماہی، ششماہی، سالانہ ان چھٹیوں پر ہی گھر جانا ہوتا تھا۔

حضرت علامہ صاحبؒ کی خدمت

حضرت مفتی صاحبؒ کو اساتذہ کی خدمت کا بہت شوق تھا، اس لئے اُستاذ کی خدمت سعادت سمجھ کر انجام دیتے تھے، اس لئے آپ نے حضرت علامہ رفیق احمد صاحبؒ کی خوب خدمت کی دیانت و امانت کے ساتھ خدمت انجام دیتے

تھے، حضرت کے لئے خود سالن اور روٹی بناتے تھے اور حضرت علامہ صاحبؒ کے پاس آنے والے مہمانوں کی خدمت بھی آپ کے ذمہ تھی۔ اسی خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے خوب کام لیا۔

حضرت علامہ صاحبؒ کا ادب

حضرت مفتی صاحب حضرت علامہ صاحبؒ کا بہت ادب و احترام کرتے تھے عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ خادم حضرات مخدوم حضرات سے بے تکلف ہو جاتے ہیں، بے جھجک کے انداز سے گفتگو کرتے ہیں، مگر حضرت مفتی صاحبؒ کا معاملہ اس کے برعکس تھا کہ وہ حضرت علامہ صاحبؒ کے خادم خاص ہونے کے باوجود حضرت علامہ صاحبؒ کا بہت ادب کرتے تھے۔

اعتماد

حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا آپ کی نیکی اور دیانت سے واقف تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا: ایک دفعہ اندرا گاندھی جلال آباد میں آئیں۔ سب طلبہ دیکھنے کے لئے گئے۔ شام کو اساتذہ حضرت علامہ رفیق صاحبؒ کے پاس آئے جیسے آتے تھے، چناں چہ ایک استاذ نے حضرت علامہ صاحبؒ سے فرمایا کہ آج تو یہ فاروق بھی گیا ہوگا اندرا گاندھی کو دیکھنے کے لئے؟ حضرت علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ نہیں گیا حالاں کہ حضرت علامہ صاحبؒ نے مجھ سے معلوم بھی نہیں کیا کہ آپ گئے ہیں کہ نہیں؟ ان استاذ صاحبؒ نے فرمایا حضرت ایسا بھی کیا اعتماد؟ ایک بار معلوم تو کرلو پھر علامہ صاحبؒ نے معلوم کیا۔ میں واقعۃً نہیں گیا تھا اس لئے میں نے کہا کہ نہیں۔

دیگر حضرات کو اعتماد

حضرت علامہ صاحبؒ کے اعتماد کی وجہ سے دیگر آنے والے مہمانانِ کرام بھی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ حضرت علامہ صاحبؒ کے پاس بعض حضرات اپنی امانتیں رکھتے، بعض حضرات حضرت علامہ صاحبؒ کی عدم موجودگی میں جو امانت جمع کرنی ہوتی وہ حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس جمع کر جاتے۔ چناں چہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنا واقعہ سنایا: ایک تبلیغی جماعت کے مولانا جلال آباد حضرت علامہ صاحبؒ کے پاس تشریف لائے، حضرت علامہ صاحبؒ موجود نہیں تھے کسی جلسہ وغیرہ میں گئے ہوئے تھے، انھوں نے آکر حضرت علامہ صاحبؒ کو معلوم کیا میں نے بتادیا کہ حضرت تو جلسہ میں گئے ہوئے ہیں تو انھوں نے زیورات سے بھرا ہوا تھیلا مجھے دیا اور فرمایا حضرت علامہ صاحبؒ کو دے دینا اور چلے گئے حالاں کہ میں ایک نوجوان طالب علم، نہ داڑھی نہ مونچھ اور وہ ایسے ہی دے کر چلے گئے۔ جب اس واقعہ کو میں سوچتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے اتنے کم عمر طالب علم پر اتنا اعتماد کیسے کرلیا، زیور سے بھرا ہوا تھیلا دے کر چلے گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی کبھی بے اعتمادی کا موقع نہیں دیا۔

ضبط تقاریر اساتذہ کرام

زمانۂ طالب علمی میں آپ نے بعض اساتذۂ کرام کی تقاریر کو بھی ضبط فرمایا۔
چنانچہ ارشاد فرمایا میں نے مشکوٰۃ شریف کی پوری تقریر ضبط کی اور دوسری کتابوں کی تقریر بھی کی، مگر وہ ضائع ہوگئیں، البتہ مشکوٰۃ شریف کی تقریر محفوظ ہے۔
خود حضرت مفتی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو حضرت علامہ صاحبؒ

سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت علامہؒ صاحب کا مشکوٰۃ شریف کا درس خاص درس ہوتا تھا جس کو حضرت علامہ صاحبؒ انتہائی بشاشت کے ساتھ پڑھاتے تھے اور سیر حاصل بحث فرماتے تھے، بندہ کو درس کے ساتھ ہی درس مشکوٰۃ لکھنے کی سعادت میسر آئی جو پچاسوں کاپیوں میں پھیلی ہوئی تھی، حضرت جی مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آباد کے قیام کے زمانہ میں بندہ کے کمرے میں تشریف لائے اور ان کاپیوں کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا ان کو چھپوانا چاہئے۔ بندہ خاموش ہوگیا اس لئے کہ بندہ کے تصور وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اس تقریر کی کبھی اشاعت کی نوبت آئے گی مگر کیا معلوم تھا بعد میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اس پر از سرِ نو کام کیا اور مشکوٰۃ شریف کی تقریر الرفیق الفصیح لمشکوٰۃ المصابیح کے لکھنے کی وجہ بنی جو حضرت مفتی صاحبؒ کی حیات میں ۱۵ جلدیں آچکی تھیں، چار جلدیں پریس میں دیکر گئے تھے، اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کو تکمیل تک پہنچائے اور حضرت کے لئے صدقہ جاریہ فرمائے۔

اساتذہ کرام

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بستوی ثم المدنی

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ

حضرت علامہ رفیق احمد صاحبؒ

حضرت مولانا دادا میاں نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا واجد حسین صاحب دیوبندیؒ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

حضرت مفتی نصیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا صفی اللہ خان صاحبؒ

حضرت مولانا عقیل الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ، مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

بیعت وخلافت

اصلاحی تعلق

۱۹۷۱ء میں آپ دار العلوم دیوبند پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی سال آپ نے حضرت فقیہ الامتؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمالیا تھا، اصلاحی تعلق ہونے کے بعد آپ برابر پوری پابندی کے ساتھ حضرت فقیہ الامتؒ کو اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہے۔

بیعت ہونے کا واقعہ

حضرت مفتی صاحبؒ نے بیعت ہونے کا واقعہ خود بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ تم نے اتنے روز جلال آباد میں تعلیم حاصل کی لیکن حضرت سے بیعت نہیں ہوئے۔ آج جمعہ کا دن ہے چلو جلال آباد میں تمہیں حضرت سے بیعت کرادوں۔ میں خاموش رہا جب دوبارہ سہ بارہ یہی درخواست کی تو میں نے کہا حضرت بیعت ہونا اگر ایسا ہی ضروری ہے تو آپ سے بہتر میرے لئے کون ہوگا چناں چہ حضرت نے اسی روز بیعت کرلیا۔

مجالس میں شرکت

حضرت مفتی صاحبؒ کا دار العلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی سے ہی معمول تھا کہ آپ حضرت فقیہ الامتؒ کی مجالس شریفہ کے اندر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، جب فارغ ہوکر آپ تشریف لے گئے تو ہر جمعرات کو مجلس میں حاضر ہوتے اور جمعہ کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ اپنے ساتھ دیگر حضرات کو بھی ساتھ لے جاتے اور ان کا سفر خرچ بھی خود برداشت کرتے۔

تعطیل دیوبند میں گزارنا

حضرت مفتی صاحبؒ کو حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے ساتھ فطری مناسبت کی وجہ سے ایسا تعلق قائم ہوگیا تھا کہ ہر ہفتہ حاضری کے علاوہ کوئی بھی رخصت یا تعطیل مدرسہ کی طرف سے ہوتی سہ ماہی، ششماہی، سالانہ وغیرہ یا درمیان میں اتفاق سے ہوجاتی تو فوراً دیوبند حضرت فقیہ الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے۔

رمضان المبارک کا معمول

دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے رمضان سے متعلق معمول کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ابتدائے رمضان المبارک میں عشرۂ اولیٰ میں مسجد چھتہ میں قرآن شریف سنایا کرتا اور عشرۂ ثانیہ میں میرٹھ کے اندر قیام ہوتا تھا اور پھر عشرۂ اخیرہ چھتہ مسجد دیوبند میں گزارتا تھا۔ چند سال یہی معمول رہا اس کے بعد پورا رمضان المبارک چھتہ مسجد میں گزارنے لگا۔

اجازت وخلافت

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کس سنہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کو اجازت ہوئی البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ کچھ ہی سالوں کے بعد آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کردیا گیا ہوگا چوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ ہر جمعرات کو اور تعطیل کے ایام میں میرٹھ سے دیوبند سفر فرماتے۔ حضرت فقیہ الامتؒ کو فتاویٰ محمودیہ کے مسودے مختلف مجلسوں میں سناتے تھے اور پورا رمضان بھی آپ کی صحبت میں گزارتے تھے اس لئے جلد ہی آپ نے اس مقام کو حاصل کرلیا ہوگا جو اجازت خلافت کے لئے ضروری ہے۔

حضرت فقیہ الامتؒ کی تعلیمات کی اشاعت

حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ حضرت فقیہ الامتؒ کی تعلیمات کی ترویج واشاعت فرماتے رہے اپنی مجالس کے اندر حضرت فقیہ الامت کے مواعظ وملفوظات سنانے کا معمول تھا۔ مطلوبہ مجالس ومواعظ کے علاوہ جو باتیں آپ نے حضرت فقیہ الامتؒ کی مجالس شریفہ میں سنی تھی ان کو سناتے رہتے تھے۔ آپ کی ہر مجلس حضرت فقیہ الامتؒ کے علوم ومعارف کی بہترین شرح ہوتی تھی۔

سانحہ ارتحال

حضرت مفتی صاحبؒ کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی تھی اور صحت کی وجہ سے یہ خیال بھی نہ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ اتنی جلدی وفات پاجائیں گے۔ وفات کے وقت کوئی خاص بیماری بھی نہیں تھی۔ ۹ ذی الحجہ کی صبح اپنی سواری سے منیٰ سے

عرفات گئے اور وہاں سے واپس آ کر حدود مزدلفہ میں اپنے خیمہ میں قیام کیا۔ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو ساڑھے سات بجے کے قریب کنکری مارنے کے لئے اپنے خیمہ سے روانہ ہوئے، منیٰ کے قریب جو بھگدڑ مچی قضا وقدر کے فیصلے موت کے بے رحم شکنجے جس سے کسی کو مفر نہیں فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون میں آ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے حادثہ منیٰ میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات رشد وہدایت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ (انا للّٰه وانا اليه راجعون)

اس گنجینۂ علم وعرفان کو جائے حادثہ منیٰ کے قبرستان معیصم میں ۱۳ر ذی الحجہ کو آسودہ خاک کر دیا گیا۔

ازحیات فاروق

(مرتب مفتی محمد فیضان تھانوی)

باسمہٖ تعالیٰ

اسلام اور تجارت

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد

اسلام میں جس طرح عبادات وفرائض پر زور دیا گیا ہے اسی طرح اس دین نے کسبِ حلال اور طلبِ معاش کو بھی اہمیت دی ہے یہی وجہ ہے کہ سورۃ المزمل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔ وآخرون يَضْرِبُون فی الارضِ يبتغون مِن فضلِ اللّٰه وآخرون يُقَاتِلونَ فی سبيلِ اللّٰه (المزّمّل) اور بعضے تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

کو ایک ساتھ ذکر فرمایا گویا تجارت کے لیے سفر کرنے والے مجاہد فی سبیل اللہ کے مثل ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين والشهداء۔ سچے تاجر کا حشر قیامت کے دن سچوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ بذاتِ خود تجارت کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے یا آپ کے ارشاد:

احل ما اكل الرجل من كسبه وكل بيع مبرور۔

سب سے زیادہ پاکیزہ وہ کھانا ہے جس کو آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کھائے اور ہر وہ بیع جو خیانت سے خالی ہو۔

سے تجارت کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ آج کی مہذب ترین ترقی یافتہ دنیا میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ستارے کی طرح دمک رہا ہے دنیا کی وہی قومیں آج ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں جو تجارت میں آگے ہیں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو بطور پیشے کے اپنایا اور آپ کے اکثر و بیشتر صحابہ کرام کا محبوب مشغلہ ہی تجارت تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پیشہ تجارت ہی تھا۔ لہٰذا امت مسلمہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اسوۂ حسنہ موجود ہے اور آپؐ کے بعد آپ کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین کی پاک زندگیاں ہمارے لیے معیارِ حق ہیں اس لیے یہ بات بلا خوف و تردید کہی جاسکتی ہے کہ اکل حلال اور کسبِ معاش کا عمل آج کے دور میں بھی تجارت کے ذریعے پورا کیا جاسکتا ہے تجارت کی یہ ساری فضیلتیں اور تاجروں کے یہ سارے مرتبے جو قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے ہیں، حکم کے اعتبار سے عام نہیں بلکہ ضروری ہے کہ تجارت ہر قسم کی غریب کاری، احتکار، استحصال، جھوٹ، مکاری، ملاوٹ، سٹہ اور ان ناپسندیدہ عناصر سے پاک ہو جو اس مقدس ترین ذریعۂ معاش کو ناپاک بنا دیتے ہیں۔ انبیاء وصدیقین کے ساتھ یوم محشر سارے تاجر نہیں ہوں

گے بلکہ صادق و امین تاجروں کو یہ اعزاز نصیب ہوگا۔ اسلام چوں کہ ایک دین اور مکمل نظام حیات ہے اس لئے اس نے جہاں ہر شعبۂ حیات کے لئے قوانین وضع کئے ہیں، تجارت کے لئے بھی ضابطے اور قوانین بنائے ہیں اور کوئی آدمی تعمق نظری سے قرآن وسنت اور کتب فقہ کا مطالعہ کرے تو اس سے اندازہ ہوگا کہ ہمارے علمی سرمائے میں نہ صرف ماضی کے مسائل کا حل موجود ہے بلکہ ہم ماضی کے قوانین کی روشنی میں دور جدید کے پیچیدہ مسائل اور تازہ ترین تجارتی مسائل کو بھی قرآن وسنت کی روشنی میں حل کر سکتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طلب الحلال فريضة بعد الفريضة. مجمع الزوائد: ١٠ / ٣٧٧ معجم كبير طبراني رقم ١٨٦٠٨)

"حلال روزی طلب کرنا فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔"

حلال روزی کئی طریقوں سے کمائی جاسکتی ہے زراعت سے بھی محنت مزدوری اور ملازمت سے بھی اور تجارت سے بھی لیکن سوال یہ ہے کہ ان میں افضل ذریعۂ معاش کون سا ہے۔ بعض حضرات نے زراعت کو افضل کہا ہے اور بعض نے اجارہ کو اور اکثریت کی رائے یہ ہے جن میں امام شافعی اور فقہائے احناف بھی شامل ہیں کہ تجارت سب سے افضل ذریعۂ معاش ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ:

عليكم بالتجارة، لاتفتنكم هذه الحمراء على

دنیاکم۔ (التراقب الاداریۃ ۳ / ۲۰)

"تجارت کو اختیار کرو یہ سرخ لوگ یعنی عجمی غلام تمہاری اس دنیا پر تمہارا امتحان نہ بن جائیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت فرمائی شرکت پر بھی مضاربت پر بھی اور آپ کے خلفاء کی اکثریت تجارت کرتی تھی، سیدنا ابوبکرؓ تو زمانۂ جاہلیت میں بھی ایک معروف تاجر تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ (سیدنا ابوبکر) بصریٰ تجارت کے لئے تشریف لے گئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق زار ہوتے ہوئے بھی تجارت کے لئے گئے اور چند دنوں کے لئے آپ کی جدائی کو مشکل سے برداشت فرمایا۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو دوسرے روز بجائے امور خلافت نمٹانے کے لئے دربار خلافت میں جاتے آپ ہاتھ پر کپڑے کا تھان رکھے بازار کی طرف جانے کے لئے نکلے اتفاقاً سیدنا عمرؓ اور سیدنا ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے دیکھ لیا۔ انھوں نے آپ کو روک کر کے عرض کیا کہ آپ کے کاندھوں پر کل خلافت کا بار ڈالا گیا ہے اور آج آپ تجارت کے لیے بازار تشریف لے جارہے ہیں، یہ امور خلافت کون نمٹائے گا اور آپ امور خلافت کے بار دوش سے کیسے سبک دوش ہوں گے؟ سوال ان دونوں حضرات کا بھی درست تھا اور ابوبکرؓ بھی جس مقصد کے لئے کپڑے کے تھان لے کر بازار جارہے تھے وہ بھی صحیح تھا کیوں کہ ان کے کاندھوں پر بھی تو پورے خاندان کی کفالت کا بوجھ پڑا ہوا تھا، اس سے سبک دوش ہونا بھی ایک دینی فریضہ تھا چناں چہ ان دونوں کے سوال کا جواب سیدنا ابوبکرؓ نے

یہی دیا کہ پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو کیسے پورا کروں گا؟ ان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا کہ آپ امورِ خلافت کو نمٹائیں اور ہم آپ کے اہل وعیال کے لئے روزینہ مقرر کردیں گے۔

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا عمرؓ بھی تجارت کرتے تھے۔ اگرچہ آپ نے بچپن میں اونٹ بھی چرائے، چناں چہ ایک مرتبہ اپنے زمانۂ خلافت میں سیدنا عمرؓ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں درختوں کا جھنڈ تھا اور جسے ضجنان کہتے ہیں۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا "مجھے وہ وقت یاد آگیا ہے جب میں یہاں اپنے باپ خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ان کا دل نہایت سخت تھا۔ میں کام کرتا اور کوتاہی کرجاتا تو مجھے سخت سزا دیتے، اور ایک یہ دن ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی (حاکم) نہیں۔

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے اس بات کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دیبا وحریر اور ریشم کی تجارت کرتے تھے۔ تجارت میں آپ کے شریک کار کعب بن عدی التنوخی تھے۔ آپ نے نہایت غور فکر کے بعد تجارت میں قدم رکھا تھا۔ آدمی کے کاروبار سے بھی اس کی افتاد طبع اور فطری مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ریشمی کپڑوں کی جو تجارت شروع کی اس سے اُنکی طبعی نفاست کا پتہ چلتا ہے ریشم کے پارچہ جات چوں کہ خوب صورت، نفیس اور قیمتی ہوتے ہیں اسی وجہ سے اہل جنت کا لباس بھی حریر وریشم کا ہوگا، چناں چہ قرآن حکیم میں ہے (ولباسھم فیھا حریر) حج ۲۳۔ "اہل جنت کا لباس جنت میں حریر اور ریشم کا ہوگا۔"

مکہ میں مختلف لوگ مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے۔سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ گوشت اور لوہے کی تجارت کرتے تھے۔عرب میں کسی بھی کاروبار میں کوئی عار نہ سمجھی جاتی تھی (اور اسلام کا بھی اصول ہے) بلکہ ہر کام ان کے نزدیک باعث عزوشرف تھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اس معاشرہ میں دیبا وریشم کے کپڑوں کا کام کرنا ان کی طبیعت کی نفاست، ہوش مندی، دور بینی اور احتیاط پسندی کی غمازی کرتا ہے،آپ ایک طرف تو صاحب شمشیر وسنان تھے اور جنگی مہارت وقابلیت میں نہایت اعلیٰ تھے اور دوسری طرف ریشم کی طرح نرمی بھی آپ کی طبیعت میں موجود تھی جس کا اظہار کئی موقعوں پر ہوا چناں چہ جب مسلمانوں کی امارت کی ذمہ داری ان کو سونپی گئی تو آپ نے سب سے پہلی دعا جو بارگاہ رب العزت میں مانگی وہ کچھ یوں تھی۔

''اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر
اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے طاقت دے
اے اللہ! میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے''

مختصر یہ ہے کہ آپ ایک بہترین تاجر بھی تھے چناں چہ کئی محدثین نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ اور کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کر رہا ہوں یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ اور تمام مواقع سے بہتر ہے۔سیدنا عثمانؓ بھی ایک بہت بڑے تاجر تھے ان کے تاجر ہونے کو تو ہر شخص بخوبی جانتا ہے وہ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں تاجر

تھے۔عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی اکثریت تاجر تھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تجارت کو پسند کرتے تھے اور روزی کمانے کے اس ذریعہ کو افضل اور قابل ترجیح خیال کرتے تھے۔

تجارت سب سے افضل ذریعۂ معاش ہے لیکن اس کی راہ میں بہت سے خطرات ہیں اس لئے ایک تاجر کے لئے شریعت کے مسائل کا جاننا ضروری ہے چناں چہ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو خرید وفروخت کے مسائل کو نہ جانتا ہو وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھے چناں چہ ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ نے ایک شخص کو یہ کہہ کر بازار بھیجا کہ جو خرید وفروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکال دو۔

حضرت امام مالک نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام نہ جانتا ہو تا کہ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں کو سود نہ کھلاوے۔اور کنز العمال میں مرفوعاً نقل ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید وفروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کا تجارت میں مشغول ہو جانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ بیع وشراء کے احکام کو نہ جانے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔تجارت کے افضل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن تجارت کے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے تا کہ صحیح طریقے سے تجارت کر سکے جھوٹ نہ بولے، قسمیں نہ کھائے، کسی کو خرید وفروخت میں دھوکہ نہ دے، اگر وہ ان ہدایات پر عمل کرے گا تو قیامت کے روز انبیاء صدیقین اور شہداء کے

ساتھ اٹھے گا جیسا کہ بتایا گیا ہے لیکن حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ قربِ قیامت میں مال ودولت کی حرص کی وجہ سے لوگوں میں حرام وحلال کی تمیز ختم ہوجائے گی اور ہر شخص کا مقصدِ زندگی صرف مال اکٹھا کرنا رہ جائے گا۔ خواہ حلال طریقہ سے اکٹھا ہو یا حرام طریقہ سے جب کہ اسلام نے حرام مال کے کمانے اور خرچ کرنے دونوں پر پابندی لگائی ہے۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ہے کہ:

یاتی علی الناس زمان، لایبالی المرء ما اخذمنه، أمن الحلال أم من الحرام۔ (البخاری ٤/٣١٣)

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ حلال طریقے سے مال کما رہا ہے یا حرام طریقے سے۔''

دین میں معاملات کی درستگی کی اہمیت

ہمارا دین یعنی دین اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات اعتقادات وعقائد کے مجموعہ کا نام ہے بغیر معاملات کی درستگی کے آدمی دیندار یا صوفی وزاہد نہیں ہوسکتا چناں چہ ''تعلیم المتعلم'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا ''ألا تُصَنِّفُ کتاباً فی الزُّهدِ'' (کہ آپ زہد میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے) تو انھوں نے جواب دیا ''قد صنفت کتابا فی البیوع'' (کہ

میں مسائل بیوع پر کتاب لکھ چکا ہوں گویا امام محمد صاحب نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ بغیر بیوع اور معاملات کی درستگی کے آدمی صوفی اور زاہد نہیں بن سکتا اِسلاف نے تجارت کو بہت زیادہ پسند فرمایا ہے اور اس کو اختیار بھی فرمایا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کبارِ صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں وہ بڑے تاجر تھے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجارت میں برکت کی دعاء فرمائی۔ کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کبار محدثین میں سے ہوئے ہیں وہ بھی بڑے تاجر تھے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ تجارت میں برکت اسی وقت ہے جب کہ صدق اور امانت کے ساتھ اور شرعی اصول پر مبنی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تھا، ''جاہل لوگ ہمارے بازاروں میں تجارت نہ کریں۔'' چنانچہ وقتاً فوقتاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں تشریف لاتے اور بعض جاہل تاجروں کو درے سے سزا بھی دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی لوگ خرید وفروخت کریں جن کو تجارت کے شرعی احکام کا علم ہو۔ (احیاء العلوم اردو: ۱۷۰، قسط: ۳)

حقوق اللہ اور حقوق العباد

شریعتِ اسلامیہ کے احکام ومسائل اور قانونِ زندگی دو رہنما اصولوں پر مبنی ہیں: (۱) جن کا تعلق عبادات سے ہے۔
(۲) اور جن کا تعلق معاملات سے ہے۔
اسی کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ (۱) حقوق اللہ اور (۲) حقوق

العباد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نہ حقوق اللہ کی وقعت تھی اور نہ حقوق العباد کا کوئی تصور تھا، اس لئے کہ تقریباً ساری دنیا جہالت سے قریب تر تھی، جس کو عہدِ جاہلیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کی حقیقت سے بھی باخبر فرمایا۔ اور عبادات کے احکام ومسائل بھی ارشاد فرمائے اور اسی طرح حقوق العباد سے بھی متعارف کرایا، اور اس کے احکام ومسائل بھی تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمائے اور معاملات کے اصول وضوابط بیان فرمائے اور ان پر عمل کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی۔ حقوق العباد اور معاملات میں ایک اہم ترین شعبہ تجارت اور کسبِ معاش کا ہے، کسبِ معاش کے بعض اسباب اور ذرائع ہیں ان سب کو واضح عبارات کے ساتھ امت کے سامنے پیش فرمایا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی انھیں اصولوں پر تربیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی انہیں اصولوں پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام امت اسلامیہ کو انہیں اختیار کرنے کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

کما کر کھانا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِی کَرَبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَیْراً مِنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاؤدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔ (رواہ البخاری)

”حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے دست وبازو کی کمائی سے کھاتے تھے۔“

کما کر کھانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے، چناں چہ روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزر کرتے، وہ ہاتھ سے زرہ بنا کر فروخت کرتے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کا طریقہ اپنائیں، روایات میں وارد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زمانہ بادشاہت میں رات کو بھیس بدل کر حالات معلوم کرتے اور لوگوں سے معلوم کرتے کہ داؤد کیسا حکمراں ہے؟ اس کی عادات کیسی ہیں؟ تمہارے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟ ایک دن اسی طرح گشت کررہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو آدمی کی صورت میں بھیجا۔ آپ نے اس سے یہی باتیں دریافت کیں۔ اس نے کہا: داؤد بہت خوب آدمی ہے۔ مگر بیت المال سے اپنا وظیفہ لیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اور زیادہ مناسب تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب واپس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے پروردگار مجھے بیت المال سے بے نیاز کردے۔ اللہ نے لوہے کو ان کے لئے موم کی طرح کردیا۔ اس کو ہاتھ میں لے کر جدھر چاہتے موڑ لیتے۔ وہ زرہ بناتے اور اسے چار ہزار درہم میں فروخت کرتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز ایک زرہ بناتے تھے اور اس کو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے۔ ان میں سے

دو ہزار درہم اپنے اہل وعیال کے خرچ کے لئے رکھ لیتے اور باقی چار ہزار درہم فقراءِ بنی اسرائیل پر خرچ کر دیتے۔

فائدہ: اس روایت میں کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسب حلال عظیم الشان فوائد پر مشتمل ہے کسب حلال کا فائدہ جہاں کمانے والے کی ذات کو پہنچتا ہے وہاں دوسرے لوگ بھی اس کے فوائد سے محروم نہیں رہتے۔ اس حلال ذریعہ معاش میں مشغولیت کی وجہ سے لہو ولعب اور بہت سی بری محافل سے انسان بچ جاتا ہے۔ اور ہاتھ سے کمانے کی بنا پر اس میں کسرِ نفسی اور عاجزی پیدا ہو کر نفس کا غرور اور سرکشی دم توڑ جاتی ہے۔ ہاتھ کی کمائی کی برکت سے وہ ذلتِ سوال سے بھی محفوظ رہتا ہے اور کسی کی احتیاج بھی نہیں رہتی۔

انسانوں کے لئے معاشیات

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اسبابِ معاش پیدا فرما کر اس کو مکلّف فرمایا ہے کہ وہ حسب قدرت محنت ومشقت برداشت کرتے ہوئے ان اسباب کو اختیار کرے اور اس کے لئے خاص طور پر ترغیب کے ساتھ متوجہ فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ: "وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّاتَشْكُرُوْنَ" (الاعراف: ۱۰) (اور کھلی بات ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور اس میں تمہارے لئے روزی کے اسباب پیدا کئے (پھر بھی) تم لوگ شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔) وقال تعالیٰ: "هُوَ الَّذِی خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعاً" (البقرة: ۲۹) (وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔)

حلال مال کھانے کی فضیلت اور حرام مال سے بچنے کا اثر

وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عليه وسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِباً وَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ : يٰا اَيُّهَا الرُّسُلُ! كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً، وَقَالَ تَعَالیٰ: يٰا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَی السَّمَاءِ يَا رَبِّ يا رَبِّ و مَطْعَمُهٗ حَرامٌ وَ مَلْبَسُه حَرامٌ وَ غُذِّیَ بِالْحَرامِ فَاَنّٰی يُسْتَجَابُ لِذَالك۔ (رواه مسلم)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پاک اور (منزہ) ہیں (ہر عیب سے) پاکیزہ اور حلال کے علاوہ قبول نہیں فرماتے اور بالیقین اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اہل ایمان کو اس چیز کا جس کا رسولوں کو حکم فرمایا، پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ آیت) "یٰا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ الخ" تلاوت فرمائی یعنی اے رسولو! کھاؤ حلال اور پاکیزہ رزق میں سے اور نیک عمل کرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کھاؤ ان پاکیزہ اور حلال

چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ ایک شخص ہے جو طویل سفر کرتا ہے (اس کے) بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے (کہتا ہے) اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام اور حرام سے ہی غذا دیا گیا تو ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو۔''

طیب یہ ضد ہے ''خبیث'' کی اور جب اللہ تعالیٰ اس وصف کو بیان فرماتے ہیں تو اس سے مقصد یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ ''نقائص'' سے پاک ہو اور مقدس ہو اور جب بندہ کے ساتھ اس وصف کو ذکر کیا جائے تو اس سے مقصود اخلاق رذیلہ سے (بندہ) پاک اور صاف ہو اور خصائل محمودہ کے ساتھ آراستہ ہو، اور مال کے حق میں طیب ہونا یہ ہے کہ وہ حلال ہو اور عمدہ ترین ہو صاف وستھرا ہو ہر قسم کی کراہت سے، لہٰذا کسبِ معاش میں اس حقیقت شرعیہ کا مکمل خیال رکھے، اور مالِ حرام کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ چناں چہ اس کی ایک مثال دی گئی ہے: کہ ایک شخص حج یا کسی اور عبادت کے لئے طویل سفر اختیار کرتا ہے وہ ان مقامات مقدسہ تک پہنچنے میں پوری مشقت اور جد وجہد کرتا ہے، جہاں مانگی جانے والی دعا بابِ قبولیت تک پہنچتی ہے اور وہ وہاں پہنچ کر اس حال میں دست سوال اٹھاتا ہے کہ سفر کی مشقت وطوالت کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ ہیں، پورا جسم گردوغبار سے آلودہ اور تضرع والحاح کی پوری کیفیت اس پر طاری ہے، غرضیکہ قبولیت دعا کے تمام آثار موجود ہیں، مگر اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس لئے

کہ جاننے والا جانتا ہے کہ وہ حرام مال سے پرہیز نہیں کرتا۔ یہ ہے اثر حرام مال کا۔ چناں چہ محاورہ مشہور ہے: دعاء کے دو بازو ہیں: (۱) رزقِ حلال۔ (۲) صدقِ مقال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ارشاد گرامی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب خود پاک ہے اور حلال رزق کو اس کی جناب پاک میں اس وجہ سے ایک نسبت حاصل ہے کہ وہ حلال رزق بھی نجاستوں سے پاک ہوتا ہے، تو تقاضائے عبودیت یہی ہے کہ بندہ حلال ہی رزق کھائے تاکہ پاک وحلال رزق کی وجہ سے اس بندہ کو بارگاہِ خداوندی میں تقرب کی دولت حاصل ہو۔

رزقِ حلال کی برکات

(۱) دار العلوم دیوبند کے قریب ایک بزرگ رہتے تھے جو ''گھاس والے بزرگ'' کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔ ان کا مشغلہ یہ تھا کہ روزانہ جنگل میں جا کر گھاس کاٹتے اور شہر میں لاکر فروخت کرتے تھے۔ اس زمانے میں ان کو روزانہ چھ پیسے ملتے تھے۔ دو پیسے اپنے خرچ کے لیے رکھتے تھے، دو پیسے اپنی بیوہ پھوپھی کو خرچ کے لیے دیتے تھے اور دو پیسے جمع کر کے رکھتے تھے کہ میں علماء کرام اور اولیاء کی دعوت کروں گا۔ اور اس زمانے کے دو پیسے سمجھیں کہ آج کل کے سو روپیہ کے برابر ہوں گے۔

چناں چہ جب سات دن گزر جاتے تھے تو چودہ پیسے جمع کر کے وہ چاول خرید کر اس میں گڑ ڈال کر پکاتے تھے اور دعوت کس کی کرتے تھے؟ شیخ الہند مولانا

محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی، اور یہ اکابر سات دن انتظار میں رہتے تھے کہ کب وہ بزرگ بلائیں اور ہم جا کر ان کے گھر کھانا کھائیں۔

بعض لوگوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اعتراض بھی کیا کہ حضرت! بڑے بڑے نواب آپ کی دعوت کرتے ہیں اور آپ کی منت سماجت بھی کرتے ہیں لیکن آپ انکار کردیتے ہیں، یہ چاول میں گڑ پکا کر آپ کو کھلاتا ہے تو آپ کو اس کی دعوت کا انتظار رہتا ہے، بھلا آپ کو اس میں کیا مزہ آتا ہے؟

تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ہمیں اخلاص کے ساتھ بلاتا ہے اور رزقِ حلال کھلاتا ہے اس کو کھانے سے ہمارے قلوب میں عجیب نور محسوس ہوتا ہے، ایک احسانی کیفیت عطا ہوتی ہے، ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، ذکر واذکار میں عجیب کیفیت ہوتی ہے، نماز میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، اس لیے ہم اس کے ان چاولوں کا ہفتہ بھر انتظار کرتے ہیں۔

رزقِ حلال میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ تھوڑی مقدار میں بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتے ہیں، پھر وہ کئی افراد کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور رزق حلال ہی کی برکت تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھوڑا سا کھانا کئی کئی افراد کے لیے کافی ہو جاتا تھا، رزقِ حلال کی برکات کے حوالے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے

واقعات بہت زیادہ ہیں۔

(۲) ایک مرتبہ یہی بزرگ گھاس فروخت کر رہے تھے، وہاں ایک سرکاری اہل کار آیا، اس نے دیکھا کہ بہت رش لگا ہوا ہے، پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بزرگ گھاس فروخت کر رہے ہیں۔ اس نے فوراً جا کر مجمع کو ہٹایا اور پوچھا کہ بڑے میاں! یہ گھاس کتنے کی ہے؟ انھوں نے کہا کہ چھ پیسے کی۔ اس نے بغیر قیمت ادا کیے گھاس اٹھائی اور اپنے انچارج کو لا کر دے دی۔ انچارج نے اس کو بھیجا تھا کہ گھاس خرید کر لاؤ۔ چناں چہ پوچھا کہ کتنے کی خریدی؟ اُس نے کہا کہ پیسے نہیں خرچ ہوئے مفت میں مل گئی۔

جب وہ گھاس گھوڑے کے سامنے رکھی تو گھوڑے نے نہیں کھائی۔ گھوڑا پوری رات کا بھوکا تھا لیکن اس گھاس کو نہیں کھا رہا تھا۔ وہ انچارج اللہ والا تھا، اُس نے کہا کہ تم ضرور کسی پر ظلم کر کے یہ گھاس لائے ہو۔ اُس نے کہا کہ ایک بزرگ بیچ رہے تھے میں ان سے چھین کر لایا ہوں۔ وہ انچارج فوراً گئے اور جا کر بزرگ سے معافی مانگی، ہدیہ میں سو روپے دینے کی کوشش کی۔ بزرگ نے فرمایا نہیں، مجھے چھ پیسے چاہئیں، چھ پیسے میں میرا گزارہ ہو جاتا ہے۔ انچارج نے بہت اصرار کیا، دیکھا کہ نہیں لے رہے ہیں تو چھ پیسے دے دیے، بزرگ نے پیسے وصول کر کے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اب کھالو مجھے پیسے مل گئے ہیں۔ چوں کہ گھوڑا بھوکا تھا فوراً کھانا شروع کر دیا۔

تو اُس زمانے کے جانوروں میں بھی یہ خاصیت تھی کہ وہ حلال اور حرام کی تمیز کر سکتے تھے۔ آج انسان اشرف المخلوقات ہو کر حرام مال کھا رہا ہے اور ڈکار

بھی نہیں لیتا، احادیث میں علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی آئی ہے کہ انسان حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال کمائے گا۔

(۳) ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سفر کے دوران ایک مسجد میں ٹھہرے تو شام کے وقت ایک آدمی آیا اور تین روٹیاں ان کو دے کر واپس چلا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس رات مجھے تین مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دوسرے دن شام کو وہ آدمی دو روٹیاں دے کر چلا گیا، اس رات انہیں دو مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسرے دن وہ شخص صرف ایک روٹی لے کر آیا اور روٹی مولانا صاحب کو دے کر کہنے لگا کہ کل یہاں قیام نہ فرمانا۔ مولانا صاحب نے انہیں بٹھایا اور فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی رات میں نے آپ کی دی ہوئی تین روٹیاں کھائیں تو تین مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، دوسرے دن دو روٹیوں کی وجہ سے دو مرتبہ اور آج رات تم ایک روٹی لے کر آئے ہو۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں، سارا دن لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرتا ہوں جس سے مجھے تین روٹیاں ملتی ہیں۔ پہلے دن میں روٹی لے کر آنے لگا تو اہلیہ نے کہا کہ میری روٹی بھی لے جاؤ، میں بغیر کھائے گزارہ کرلوں گی، جبکہ سارا دن ہم سب کا روزہ تھا، میرے لڑکے نے یہ دیکھا تو اپنی روٹی بھی مجھے دے دی، چناں چہ میں تین روٹیاں لے کر آیا اور وہ دن ہم نے فاقے سے گزار دیا، پھر دوسرے دن بغیر کچھ کھائے روزے کی نیت کر لی، لیکن دوسرے دن شام تک میرے لڑکے کی طبیعت بگڑ گئی تو میں صرف اپنی اور اہلیہ کی روٹی لے آیا، دوسرا دن بھی ہم نے فاقے سے گزار لیا، لیکن تیسرے دن اہلیہ کی طبیعت بھی بگڑ گئی تو میں

صرف اپنی روٹی لے آیا ہوں اور کل تک مجھے اپنا بھروسہ نہیں اس لیے میں نے آپ سے کہا کہ کل یہاں نہ ٹھہرنا۔ مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے رزقِ حلال کی برکت سے مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

(۴) امیر عبدالرحمٰن خان افغانستان کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے زمانے میں کسی دشمن نے حملہ کیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔ چند دن کے بعد اطلاع آئی کہ تمہارا بیٹا شکست کھا کر آ رہا ہے۔ امیر عبدالرحمٰن خان پریشان تھے، گھر میں آئے۔ بیوی نے دیکھا کہ غمگین ہیں۔ پوچھا کہ کیا کوئی پریشانی ہے؟ کہا کہ ہاں میرا بیٹا شکست کھا کر آ رہا ہے۔ بیوی نے کہا بالکل جھوٹ ہے، کس نے کہا کہ شکست کھا کے آ رہا ہے؟ کہا کہ ہمارا سرکاری اہل کار خبر لے کر آیا ہے، کہا کہ بالکل جھوٹ ہے، ناممکن ہے، میں تسلیم نہیں کرتی۔

اب پریشان ہو گیا کہ اہلیہ بھی عجیب بات کر رہی ہے۔ باہر جا کر بادشاہ نے پھر اپنے سپاہیوں سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ خبر صحیح ہے، شکست کھا کر آ رہا ہے۔ تین دن کے بعد دوسرے اہل کار آئے اور کہا کہ شکست کھا کر نہیں بلکہ فاتح بن کر آ رہا ہے۔ تب آپ دوڑتے ہوئے آئے اور اہلیہ سے پوچھا کہ تم یہ بتاؤ کہ پہلے جو اطلاع آئی تھی تم نے اس کو کیوں رد کر دیا تھا؟ تمھیں کیسے معلوم تھا کہ تمہارا بیٹا فاتح بن کر آ رہا ہے اور وہ شکست نہیں کھا سکتا؟

تب اہلیہ نے کہا کہ دیکھو! نو مہینے جب تک وہ میرے پیٹ میں تھا تو حرام

مال تو درکنار میں نے مشکوک غذا بھی اپنے پیٹ میں داخل ہونے نہیں دی اور مدتِ رضاعت میں جو دودھ میں نے اسے پلایا تو کبھی بے وضو نہیں پلایا لہٰذا میرا بیٹا جس کے لیے میں نے حلال کا اتنا اہتمام کیا وہ سینے پر تلوار تو کھا سکتا ہے، سینے پر تیر تو کھا سکتا ہے، لیکن پیٹھ پر تیر کبھی نہیں کھا سکتا، میں کیسے مان سکتی تھی کہ میرا بیٹا شکست کھا کر آئیگا؟ وہ شہادت تو پا سکتا ہے لیکن بھاگ کر میدان نہیں چھوڑ سکتا۔

تو پہلے زمانے کی مائیں ایسی تھیں کہ وہ خود بھی رزقِ حلال کھاتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی حلال مال کھلاتی تھیں۔ جس بچے کی تربیت حلال مال سے ہوگی وہ بچہ بھی شیر نر کی طرح ہوگا۔

دیکھئے! رزقِ حلال کی وجہ سے ماں نے کہا کہ میرا بیٹا سینے پہ تلوار کھا سکتا ہے، لیکن پیٹھ پر تیر نہیں کھا سکتا، فاتح بن کر آ سکتا ہے، شہید ہو جائے گا لیکن شکست کھا کر نہیں آ سکتا۔ دیکھیے! اس ماں کو اپنے بیٹے پر کتنا یقین تھا!

تو رزقِ حلال میں اثر ہوتا ہے، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت رکھی ہے۔ (حوالہ رزقِ حلال اور اس کے اثرات حکیم اختر صاحبؒ)

اپنے ہاتھ کی کمائی پاکیزہ ترین کمائی ہے

وعن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم انَّ اطیب ما اکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَ اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة) وَ فی رِوایة ابی داؤد و

الدارمی اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِهٖ وَ اِنَّ وَلَدَهٗ مِنْ کَسْبِهٖ۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ جو تم نے اپنی محنت سے حاصل شدہ کھایا ہے وہ بہت ہی پاکیزہ (اور بہتر) مال ہے، اور یقیناً تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی (ہوئی چیزوں میں) سے ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ابوداؤد اور دارمی کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انسان جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ چیز ہے جو اس کی کمائی سے حاصل ہوتی ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

مالِ حرام عنداللہ مقبول نہیں

وعن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لایَکْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرامٍ فَتَصَدَّقَ مِنْهُ فَیُقْبَلُ مِنْهُ وَ لَا یُنْفِقُ مِنه فیُبارك له فیه ولا یَتْرُکُهٗ خَلْفَ ظهرهٖ اِلَّا کانَ زادَه الی النارِ انَّ اللّٰه لا یمحوا السَّیِّءَ بالسَّیِّءِ ولکن یمحوا السَّیِّءَ بالحسن انَّ الخبیث لا یمحوا الخبیثَ۔ (رواه احمد) وکذا فی شرح السنة۔

حوالہ: مسند احمد: ۱/۳۸۷، حدیث نمبر: ۳۶۷۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ حرام مال کمائے اور پھر اس میں سے صدقہ کرے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا، اور اس میں سے خرچ کرے تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جاتی، اور اس مال حرام کو اپنے مرنے کے بعد چھوڑ جائے تو وہ اس کا توشہ ہوگا دوزخ کی آگ کی طرف (لے جانے کے لئے)، بلاشبہ اللہ تعالیٰ برائی، برائی کے ذریعہ معاف نہیں کرتے، لیکن برائی، بھلائی (یعنی مال حلال) کے ذریعہ صاف کرتے ہیں، یقیناً گندگی نہیں دور کرتی ہے گندگی کو۔

جو مال حرام ہوگا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا صدقہ کیا جائے اور وہ عنداللہ مقبول ہو، یعنی اس میں مقبول عنداللہ ہونے کی صلاحیت واستعداد ہی نہیں ہے اور جب وہ مقبول نہ ہوگا تو اس پر ثواب بھی مرتب نہ ہوگا، اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہے کہ خود ہی اپنے کسب کردہ مال حرام میں سے خود پر خرچ کرے گا تو اس میں کوئی خیر وبرکت اس کے لئے نہیں ہوگی۔ برکت وہ خیر کثیر ہے جو من جانب اللہ عطیہ مخصوص ہوا کرتا ہے، اور مالِ حرام عنداللہ بہت مبغوض ہے، تو اس پر رحمتِ الٰہی بصورتِ برکت کیسے متوجہ ہوگی؟ ہرگز نہیں! یہی وجہ ہے کہ مالِ حرام، ناجائز اور خلاف شریعت کاموں میں صرف ہوتا ہے، جو حقیقی منافع دے کر نہیں جائے گا۔ اور مال حرام کا مرنے کے بعد ترکہ جو ہوگا وہ ایسا توشہ ہوگا جو اس کو دوزخ کی آگ تک پہنچا دے گا، یعنی آخرت کے اعتبار سے بھی وہ مال سبب ہوگا دوزخ کے لیے۔

گناہوں کا کفارہ کیسے ہوگا؟

اس لئے فرمایا برائی، برائی کو دھونے اور صاف کرنے والی نہیں ہوسکتی، بلکہ حسنہ کے ذریعہ سیئات کو مٹایا اور صاف کیا جاتا ہے۔ جب وہ مالِ حرام بری شے ہے، ناپاک اور گندی ہے تو ایسا مال اور ایسی بری شے بندہ کے برے اعمال اور گناہوں کے لئے کفارہ کیسے ہوگی۔" كما قال الله تعالىٰ :ان الحسنات يذهبن السئيات" (یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔) خلاصہ اور حاصل کلام یہ ہے کہ خبیث اور گندی شے خباثت اور گندگی کو صاف نہیں کرسکتی اور برے اعمال کا کفارہ نہیں ہوسکتی، ایسے مال میں نہ کوئی خیر ہے اور نہ برکت اور نہ عنداللہ مقبول، اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں۔ اس لئے مال حرام خواہ مقدار میں کتنا بھی ہو اس کا صدقہ کرنا عنداللہ مقبول نہیں۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر مالِ حرام کو صدقہ کیا گیا اور اس پر ثواب کی امید کی گئی تو یہ عمل موجب کفر ہے۔ اور اگر فقیر کو معلوم ہوگیا کہ حرام مال اس کو دیا گیا ہے اور اس فقیر نے اس کو دعا دی تو یہ بھی کفر ہے۔

رزقِ حرام کے دیگر عبادتوں پر اثرات

رزقِ حرام کے اثرات اور نحوست کا اثر دیگر عبادتوں پر بھی پڑتا ہے اور ان میں بہت کوتاہی ہوتی ہے، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ۔ بہت سے لوگ جماعت کی نماز کا اہتمام نہیں کرتے جبکہ مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز ہی

کے بارے میں سوال ہوگا۔حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایک فرشتہ پتھر سے ان کے سروں کو کچل رہا ہے جب وہ فرشتہ پتھر اٹھانے جاتا تو ان لوگوں کا سر دوبارہ اصلی حالت میں آجاتا اور فرشتہ دوبارہ پتھر لاکر پھر ان کے سر کو کچلتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے، جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگوں کی شرم گاہوں پہ چیتھڑے لٹکے ہوئے ہیں، بہت ہی خوف ناک منظر ہے، وہ لوگ بہت اذیت میں ہیں، دریافت فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین میں بیج لگاتے ہیں اور چند سیکنڈ میں فصل تیار ہو جاتی ہے اور وہ اسے کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون خوش نصیب لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے تھے اور جہاد میں حصہ لیتے تھے اور اپنی جان کو اللہ کی راہ میں پیش کرتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ ایک کے بدلے سات سو گنا زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگ دیگر عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کا تو خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن اکلِ حلال کے معاملے میں عموماً غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں حالاں کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرامِ

''کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔''

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

طَلبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ

''کسبِ حلال کا طلب کرنا دیگر فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے۔''

یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے بعد کسبِ حلال فرض ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جینے کا طریقہ بھی سکھلایا، تجارت کا طریقہ بھی سکھلایا، مرنے کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن آج افسوس یہ ہے کہ امت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ انھوں نے ہماری ترقی کے لیے کیا کیا اصول مقرر کیے ہیں؟ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے اور آپ کے بتلائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر ہر شخص یہود ونصاریٰ کی طرف دیکھ رہا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ہماری ترقی کے لیے کیا پروگرام بنائے ہیں اور کیا کیا چیزیں ہمیں دی ہیں؟

آج جس کو دیکھو بینکوں سے سود یا قرض لے رہا ہے اور ہر شخص کی نظریں چاہے حکام ہوں یا عوام ہوں، بجائے اس کے کہ حق تعالیٰ کی طرف ہوں، سب کی نظریں ان کی طرف ہیں کہ یہ ہمارے دوسرے خدا ہیں، یہ ہمیں قرض

دیں گے تب اس سے ہم چلیں گے۔ چوں کہ ان کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے سود لینے اور سود دینے والوں سے اعلانِ جنگ کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو سود کے کاروبار میں لگا دو، جب اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائیں گے تو پھر جس راستے پہ چاہو ان کو لگالو۔

حجاج اور حرام مال سے بزرگوں کی دعوت

حجاج بن یوسف کے زمانے میں اولیاء اللہ کا ایک گروہ تھا، جب کوئی ظالم بادشاہ ظلم کرتا تو یہ بددعا کرتے اور اس کی بادشاہت ختم ہو جاتی۔ حجاج بن یوسف نے ان تمام بزرگوں کی دعوت کی۔ جب ان لوگوں نے کھانا کھا لیا تو حجاج نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ان سب کے پیٹ میں حرام مال داخل کر دیا ہے اور ان کی بددعا سے بچ گیا کیوں کہ حرام کھانے کی وجہ سے اب ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔

جب حلال مال آپ کے پیٹ میں پہنچے گا تو آپ کو قلب میں نور محسوس ہوگا، آپ کو ذکر میں ایک عجیب کیفیت محسوس ہوگی، دین کا ہر کام آپ کو آسان معلوم ہوگا، جہاد میں جانا آپ کو آسان معلوم ہوگا ورنہ دور ہی سے خوف ہوگا، کیوں کہ دنیا کی محبت اور موت کا خوف حرام مال کی خاصیتیں ہیں، اس کی وجہ سے دنیا کی محبت اور موت کا خوف غالب ہو جائے گا۔

تو ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں۔ رزقِ حلال کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں وہ لذت ہوتی ہے جو کسی اور چیز میں نہیں پائی جاتی اور رزق

حلال میں وہ برکت ہوتی ہے کہ تھوڑا سا بھی بہت سے افراد کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ (حوالہ رزق حلال اور اس کے اثرات)

کسبِ حلال فرض ہے

وعن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم طلب کسبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حلال کمائی طلب کرنا فریضہ (نماز وغیرہ) کے بعد فرض ہے۔

معاش انسان کے لئے بنیادی ضرورت ہے، اور ہر انسان اس کو اختیار بھی کرتا ہے، شریعت نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ کسبِ حلال کریں، نیز شریعت نے اس کو فرض قرار دیا ہے، اور جب شریعت نے اس کو فرض کیا ہے تو یہ طاعت اور عبادت کے درجہ میں بھی آ گیا ہے، لہٰذا حکم الٰہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو اختیار کرنے پر آخرت میں اجر و ثواب بھی مرتب ہوگا، اسی وجہ سے بہت سے کسبِ معاش کے فضائل بھی احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

تجارت میں سچائی اور امانت داری اختیار کرنے کا حکم

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشهداء ۔ (مشکوٰة شریف ۲۴۳)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (رواہ الترمذی)

جس تاجر میں دو خوبیاں ہوں

(۱) سچائی (۲) امانت داری

تو گویا اس کی زندگی تمام صفات کمالیہ سے مزین ہوگی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا یا تو میدانِ حشر میں نبیوں، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہوگا، اور جس طرح وہاں کی ہولناکیوں کے وقت یہ تینوں طبقے رحمتِ الٰہی کے سایہ میں ہوں گے اسی طرح وہ شخص بھی رحمت خداوندی کی خاص پناہ میں ہوگا۔ یا اسے جنت میں ان کی رفاقت کا شرف حاصل ہوگا۔ چناں چہ اسے انبیاء علیہم السلام کی رفاقت تو ان کی اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ صدیقین کے ساتھ ان کی صفت خاص یعنی صدق کی موافقت کی وجہ سے ہوگی۔ اور شہیدوں کی رفاقت کی سعادت اسے اس لئے نصیب ہوگی کہ شہید اس شخص کے وصفِ صدق وامانت کی شہادت دیں گے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ ہر تاجر کو یہ دو خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے، تاکہ کائنات کی عظیم المرتبت، ہستیوں کے ساتھ اس کا حشر ہو۔ (تحفۃ الالمعی)

تاجروں کا حشر

عن عبید بن رفاعة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال التجار تحشرون یوم القیامة الا من اتقی وبر وصدق۔ (رواه الترمذی، مشکوة شریف، ص ۲۴۴)

ترجمہ: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجروں کا حشر قیامت کے دن بدکاروں میں ہوگا، سوائے اس تاجر کے جو پرہیزگار رہا اور (اپنے اعمال میں) نیکی اختیار کی اور باتوں میں سچا رہا۔

پہلی حدیث میں سچے اور امانت دار تاجروں کی فضیلت بیان فرمائی اور اس حدیث میں فرمایا کہ عموماً تاجروں کا حشر بدکاروں میں ہوگا، چوں کہ تاجر عام طور سے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں، اور گاہک ہموار کرنے کے لئے جھوٹ کہہ دیتے ہیں، کہ مثلاً ہم نے یہ مال اتنے کا خریدا ہے، اور اتنے کا بک رہا تھا، ہم نے نہیں بیچا، اور بازاروں میں اس کے یہ دام ہیں، اس لئے قیامت کے دن بدکاروں میں شمار ہوں گے، ہاں ان میں جو سچے اور نیکو کار ہوں گے، وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے، تاجر لوگ کئی طرح سے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہین، اس میں ایک طریقہ یہ

ہے کہ جس سے مال خریدتے ہیں، اس سے قیمت خرید سے زیادہ بل بنوا لیتے ہیں، پھر گاہک کو وہ بل دکھا کر کہتے ہیں، کہ دیکھو یہ چیز اتنے کی تو ہماری خرید ہے پھر تمہیں اس سے کم کیسے دے دیں، اور اس کو مارکیٹ سے لانے پر کرایہ بھی خرچ ہوا ہے، اس بات سے دھوکا کھا کر گاہک مال خرید لیتا ہے، اور یہ صریح دھوکہ ہے کسی بھی دوکاندار کو ایسا کرنا حلال نہیں ہے، اور جس نے جھوٹا بل بنا کر دیا ہے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے، پرانے مال کو نیا بتانا، یا نئے مال کو پرانا بتانا، یا یوں کہنا کہ یہ فلاں ملک کا بنا ہوا ہے (حالاں کہ اس ملک کا نہیں ہے) یا ایک ملک کے تیار کردہ مال پر دوسرے ملک کے نام کی چھاپ مار دینا یا لیبل لگا دینا، یہ سب جھوٹ ہے، فریب ہے، اور حرام ہے۔

تجارت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

آج ہم خود کو حنفی کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے تاجر تھے۔ اُس زمانے میں بڑی بڑی بندرگاہوں پر ان کے کپڑے کے بحری جہاز اترتے تھے۔ اس تجارت کے دوران ایک تھان کپڑے کا ایسا آگیا جو خراب تھا، اس میں داغ تھے۔ آپ نے ملازم سے کہا کہ دیکھو! اسکو فروخت کرتے وقت اس کے عیب بتلا دینا، ایسا نہ ہو کہ بغیر بتلائے تم اس کو فروخت کردو۔ ملازم بھول گیا، جب بہت سا کپڑا فروخت ہوا تو غلطی سے اس میں وہ تھان بھی فروخت ہوگیا۔ آپ تشریف لائے، پوچھا وہ کپڑا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے غلطی سے بغیر عیب بتلائے ہوئے فروخت ہوگیا۔

بتائیں! آج کل کے تاجر ہوتے تو اس کو شاباشی دیتے کہ شاباش! بیٹا تم

نے عیب چھپا کر اس کو بیچ دیا، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پورے شہر میں اعلان کروایا اور اس شخص کو تلاش کروایا، جب وہ شخص مل گیا تب آپ نے فرمایا کہ اس کپڑے میں عیب تھا اور داغ دھبے تھے، میں نے اس غلام کو منع کیا تھا کہ اس کو فروخت کرتے وقت خریدنے والے کو اس کا عیب ضرور بتا دینا لیکن اس نے عیب بتائے بغیر یہ آپ کو فروخت کردیا لہٰذا یہ غلطی سے فروخت ہوگیا، اب تمہاری مرضی ہے اگر چاہو تو رکھو یا چاہو تو واپس کردو۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت رکھی ہے۔ آپ گرم چیزیں کھائیں گے تو گرمی پیدا ہوگی، خشک چیزیں کھائیں گے تو خشکی پیدا ہوگی، تری والی چیزیں کھائیں گے تراوٹ پیدا ہوگی، اسی طرح اگر آپ حرام مال کھائیں گے تو آپ کا نہ نماز میں دل لگے گا نہ عبادت میں دل لگے گا، اللہ والوں سے وحشت ہوگی اور آخرت کی فکر کم ہوجائے گی۔ (حوالہ رزق حلال اور اس کے اثرات)

خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانا

وعن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اِیّاکم وَ کَثْرَۃَ الْحِلْفِ فی الْبَیْعِ فَاِنَّہٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچو تم زیادہ قسم کھانے سے بیع میں کیوں کہ زیادہ قسمیں کھانا کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر برکت ختم (اور زائل) ہوجاتی ہے۔

تجارتی معاملات میں زیادہ قسمیں کھانے کی وجہ سے وقتی طور پر کاروبار میں وسعت ہوتی ہے، اس وجہ سے کہ لوگ قسم پر اعتبار کر کے زیادہ خریداری کی طرف مائل ہوتے ہیں، لیکن انجام کار زیادہ قسمیں کاروبار میں خیر و برکت کو ختم کر دیتی ہیں، کیوں کہ جس آدمی کو زیادہ قسمیں کھانے کی عادت ہوگی اس سے جھوٹی قسموں کا بھی صدور ہونے لگے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک تو باطنی طور پر اس کی تجارت سے خیر و برکت کی روح نکل جائیں گی، دوسرے اس کا اعتبار آہستہ آہستہ اٹھنے لگے گا، اور لوگ اس سے لین دین کرنے میں تامل کرنے لگیں گے اور چھوڑ دیں گے۔

وعن ابی ذرّ رضی اللّٰہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: ثَلاثَةٌ لا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلا یَنْظُرُ اِلَیْهِم وَلا یُزَکِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرّ: خَابُو وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قال الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحِلْفِ الْکَاذِبِ. (رواه مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین (قسم کے) لوگوں سے روز قیامت اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائیں گے اور نہ ان کو (گناہ کی گندگی سے) صاف کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: خیر و بھلائی سے محروم اور گھاٹے میں رہنے والے وہ کون شخص ہیں؟ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک پائنچے لٹکانے والا، دوسرا احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنی تجارت بڑھانے والا۔

المسبل : اس سے مراد وہ شخص ہے جو از راہ تکبر ٹخنوں سے نیچے پاجامہ وغیرہ پہنتا یا لٹکاتا ہے، چناں چہ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو ٹخنوں سے نیچا کرتا پہنے، البتہ اگر کسی کا پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کسی مجبوری کی وجہ سے یا غیر اختیاری طور پر لٹک جائے لیکن تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔

والمنان: اس کے تین معنیٰ ہیں (۱) احسان جتلانے والا (۲) کیل اور وزن کے اندر کمی کرنے والا (۳) قاطع رحم۔ احسان جتانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کر کے یا ہمدردی کا کوئی معاملہ کر کے احسان جتائے۔ چناں چہ احسان جتلانے والا ثواب سے محروم رہتا ہے۔

المنفق: اس سے مراد وہ تاجر ہے جو زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مال تجارت بڑھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائے۔

تنبیہ: آج ان تینوں چیزوں میں عام طور پر لوگ مبتلا ہو رہے ہیں، اس لئے ان تینوں چیزوں سے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال بیچنے کی مذمت

عن ابی هریرةؓ: قال سمعت رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم یقول الحلف منفعة للسلعة ممحقة

للبرکۃ۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم مال تجارت کو بکوا دیتی ہے لیکن برکت کو ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

عَن قیس بن ابی عروۃ قال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ (مشکوٰۃ ۲ ۲۴۳)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت بے شک بیع میں قسم اور لایعنی باتیں موجود ہو جاتی ہیں، لہٰذا صدقہ کی آمیزش رکھو۔ (رواہ ابوداؤد)

یعنی تاجر کو بہت احتیاط والا ہونا چاہئے قسم کھانے سے بچنے اور اپنے مال کی تعریف کرنے میں مبالغہ نہ کرے اور وہ خوبیاں بیان نہ کرے جو مال میں نہ ہو، لیکن جو لوگ احتیاط کرتے ہیں، کبھی ان کی زبان سے بھی قسم اور لایعنی بات نکل جاتی ہے، لہٰذا صدقہ دیتے رہنا چاہئے، تاکہ کبھی بے دھیانی سے جو لغزش ہوگئی ہے، اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ نیکی بھی ہوجائے۔

جھوٹ اور فریب دہی سے برکت نہیں

وعن حکیم بن حزامٍ رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البیعان بالخیارِ ما

لم یتفرّقا فان صدقا وبیّنا بُورِك لهما فی بیُعِهِمَا وان کتما وکذبا مُحِقَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا۔ (متفق علیه)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بائع اور مشتری دونوں اختیار کے ساتھ ہوتے ہیں جب تک دونوں علاحدہ علاحدہ نہ ہوں، سو اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور صاف کہہ دیا تو دونوں کے لئے ان کے عقد بیع میں برکت دی جائے گی اور (عیب وغیرہ) کو چھپایا اور جھوٹ بولے تو ان کی بیع کی برکت دور کردی جائے گی۔

بیع میں فریب نہیں

وعن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما قال قال رجل للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انی اُخْدَعَ فی البیوع فقالَ اِذا بایعتَ فَقُلْ لَا خَلَابَةَ فکان الرَّجُلُ یقوله (متفق علیه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا: کہ میں بیع میں دھوکہ کھا جاتا ہوں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً عقد بیع کرو تو کہہ دیا کرو نہ غبن ہے اور نہ دھوکا اس عقد بیع میں یعنی اس طرح کی چیز نہ ہونی چاہئے ورنہ تم اس کے ذمہ دار ہو، چناں چہ وہ شخص (بوقت عقد ہی) کہہ دیا کرتا تھا۔

فریب دینا اور عیب چھپا کر فروخت کرنا حرام ہے

وعن ابی هریرةؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مرَّ علی صُبرة طعام فادخل یده فیها فنالت اصابعه بللاً فقال: ما هذا یاصاحب الطعام؟ قال اصابته السماء یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: افلا جلعته فوق الطعام حتی یراه الناس؟ من غش فلیس منی۔ (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کی ایک ڈھیری کے پاس سے گذرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیرے میں اپنا دست مبارک داخل فرمایا (تاکہ اندرونی دانوں کا حال معلوم ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے غلہ کے مالک! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس پر بارش پڑ گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم نے اس کو غلہ کے اوپر کیوں نہ ڈال دیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں، جس شخص نے دھوکہ دیا (اور خیانت کی) تو وہ میرے میں سے نہیں۔ (یعنی میرے طریقہ پر نہیں)۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ جماعت مسلمین ہی سے خارج ہے وہ یہ ہے کہ جو مسلمان دوسروں کو دھوکہ دے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے، اور ہماری سیرت پر نہیں ہے۔ (الدر المنضود: ۵/۳۸۹)

عیب ظاہر نہ کرنے پر وعید

عن واثلة بن الاسقع قال سمعت رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم یقول من باع عیبا لم ینبه لم یزل فی مقت الله او لم تزل الملئکة تلعنه۔ (رواه ابن ماجه، مشکوٰة شریف، ٢٤٩٢)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کسی نے عیب والی چیز کو بیچ دیا (اور) اسے بیان نہیں کیا یعنی گاہک کو نہیں بتایا تو وہ ہمیشہ اللہ کے غصہ میں رہے گا۔ یا یوں بیان فرمایا کہ فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے۔

دھوکہ دہی مال میں ملاوٹ اور خیانت کرنے کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلہ کے ڈھیر پر گذر ہوا آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں میں کچھ تری لگ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ والے سے فرمایا کہ یہ کیا ہے (یعنی یہ غلہ بھیگا ہوا کیوں ہے) انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کو بارش کا پانی پہنچ گیا تھا (جس کی وجہ سے اوپر سے سوکھ گیا، اور اندر تری باقی رہ گی) آپ نے فرمایا کہ تم نے اندر کے حصہ کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے (پھر فرمایا) جو شخص خیانت کا کام کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، (رواہ مسلم) یعنی مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں اور اسے اپنے آدمیوں میں شمار نہیں کرتا جو

حدیث کے آخر میں لفظ "من غش فلیس منی" وارد ہوا ہے لفظ غش خیانت دھوکہ دہی فریب کاری کا معنی دیتا ہے، مال میں ملاوٹ کرنا عیب چھپا کر بیچ دینا، یا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا، جس میں گاہک کو دھوکا دیا جائے، یا اس کے ساتھ خیانت کی جائے وہ سب اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔

﴿خیانت کرنے سے برکت جاتی رہتی ہے﴾

عن ابی هريرة رفعه قال ان الله عز وجل يقول انا ثالث الشريكين مالم يخن احدهما صاحبه فاذا خانه خرجت من بينهما. (مشكوٰة شريف، ص ٢٤٥)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں دو ساجھیوں کا تیسرا ساجھی ہوں جب تک کہ ان میں کا ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے پس جب ایک خیانت کر لیتا ہے، تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (رواہ ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ دو آدمی ساجھے میں کاروبار کریں، تو وہ صرف دو ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کا تیسرا ساجھی خداوند عالم ہوتا ہے، جو ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے مال میں برکت دیتا رہتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا ساتھ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک دونوں میں سے کوئی خیانت نہ کرے اور اگر خیانت کر لی تو اللہ تعالیٰ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں (اور بیچ میں شیطان کود پڑتا ہے) امانت داری کے خلاف کرنے کو خیانت کہتے ہیں۔

امانت کا سبق آموز واقعہ

وعن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشترى رجل من كان قبلكم عقاراً من رجل فوجد الذی اشترى العقار فی عقاره جرّةً فيهاذهبٌ فقال له: الذی اشترى العقار خذ ذهبك عنی انما اشتريت العقار ولم ابتع منك الذهب فقال بائع الارض انما بعتك الارض وما فيها، فتحاكما الى رجل فقال الذی تحاكما اليه: الكما ولد فقال احدهما: لی غلام وقال الاخر لی جارية فقال: انكحوا الغلام الجارية وانفقوا عليهما منه وتصدّقوا. (متفق عليه)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں سے قبل (گذشتہ امت میں سے) ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی تھی، پس زمین کے خریدار کو اس زمین میں سے ایک گھڑا ملا، جس میں سونا تھا، تو خریدار نے اس کو فروخت کنندہ سے کہا؛ تم اپنا سونا لے لو، کیوں کہ میں نے تو محض زمین خریدی تھی اور تم سے سونا نہیں خریدا تھا، زمین کے فروخت کنندہ نے کہا: میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ ہے اس کو (بھی) فروخت کر دیا ہے، لہٰذا میں نہ لوں گا وہ تو تمہارا ہی حق ہے) پس یہ دونوں (خریدار اور فروخت کنندہ) ایک شخص کے پاس برائے فیصلہ گئے جس شخص کے

پاس برائے فیصلہ پہنچے تھے اس نے دریافت کیا: کیا تم دونوں کے اولاد ہے؟ تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: میرے لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے، اس (ثالث) نے یہ بات کہی کہ تم دونوں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کردو اور وہ سونا ان دونوں پر صرف کردو۔ (جو مزید بچ رہے تو) اس کو صدقہ کردو۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا وبال

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ویل للمطففین الذین اذاکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون الا یظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم يوم يقوم الناس لرب العالمين۔

ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے لینے میں ناپتے ہیں تو پورا لے لیتے ہیں اور جب لوگوں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں تو کم کرتے ہیں، کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یہ ایک بڑے دن کے لئے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لئے کھڑے ہوں گے۔

اس آیت شریفہ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے، جو لوگوں کے ہاتھ مال بیچنے میں تو کم ناپتے ہیں، تولتے وقت ڈنڈی مارتے ہیں، اور ایک طرف کو کسی ترکیب سے پلڑا جھکا دیتے ہیں، ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پیشی یاد دلائی اور فرمایا کہ جس دن رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اس دن خیانت کا کیا وبال ہوگا، اس کو غور کرنا چاہئے اسی حقیر دنیا کے لئے اپنے ذمہ حقوق العباد لازم کرتے ہیں اور دھوکہ فریب دیکر تجارت کرتے ہیں، اس کا وبال آخرت میں بھی ہے اور دنیا میں بھی ہے۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا حکم

ناپ تول میں کمی کرنے کا رواج حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں تھا انھوں نے ان کو بارہا سمجھایا وہ نہ مانے بالآخر عذاب آیا، اور ہلاک ہو گئے، جیسا کہ سورہ شعراء میں اس کا ذکر موجود ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحاب الكيل والميزان انكم وليتم امرين هلكت فيهما الامم السابقة قبلكم۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۰)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں ان دونوں کے بارے میں گذشتہ امتیں ہلاک ہوچکی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا، ان کے رزق میں کمی کردی جائے گی، یا رزق کی برکت اٹھالی جائے گی، ناپ تول میں کمی کرکے دینا حرام ہے ایسا کرنے کی تو گنجائش ہی نہیں برخلاف اس کے جھکا کر تولنے کا حکم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے، ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو مزدوری پر تول رہا تھا۔ (یعنی بیچنے والے کا مال زیادہ مقدار میں تھا، ایک شخص اس کی طرف سے تول رہا تھا، اور اس نے اپنے اسی عمل کی مزدوری طے کر لی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زِن وارجح" کہ تولو اور جھکا کر

تو لو۔ ان اصولوں کی رعایت کرنے ہی سے پہلے زمانہ میں لوگ اسلام کے قریب آتے تھے، امور اسلام قبول کرتے تھے، اور آج ان اصول کی خلاف ورزی کرنے سے لوگ اسلام سے دور ہورہے ہیں، اور ہمارے عمل سے لوگ اسلام سے بدظن ہورہے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان اصول اور ضابطوں کو اختیار کریں، اور اپنے ایمان کو کامل بنائیں۔

خرید وفروخت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند قیمتی ارشادات

مسلمان تاجر کے اوصاف

۱۔ اعتقاد درست ہو:

یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہی ہمارا خالق و مالک ہے اور رازق ہے، رزق کے خزانے اس کے پاس ہیں، اور ہر انسان کی پیدائش سے پہلے اس کے بارے میں یہ بات اللہ تعالیٰ کے یہاں طے ہو چکی ہے کہ وہ کتنا عرصہ دنیا میں زندہ رہے گا، کتنا رزق ملے گا، کب مرے گا۔

جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے وہ اسے ضرور ملے گی اور جس طریقے سے ملنا اللہ کے علم میں طے ہوا ہے وہ اسی طرح ملے گی، اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کمانے کے جتنے طریقے ہمارے لئے بیان فرمائے ہیں ان کو کام میں لاکر رزق حلال حاصل کرنے کے ہی ہم مکلّف ہیں کبھی رزق کی تنگی کی وجہ

سے کوئی حرام ذریعۂ آمد اختیار کرنے سے ہمارے اس مقدر رزق میں اضافہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح حرام کو چھوڑ کر حلال ذریعۂ آمد اختیار کرنے سے اس میں کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح حلال ذریعۂ آمد اس لیے اختیار نہیں کررہا کہ اس مقدر رزق میں اضافہ ہو بلکہ اس ذریعۂ آمد کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی سنت سمجھ کر اختیار کرے اور یہ سمجھے کہ اس سے اس رزق کی تکمیل ہورہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقدر فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر ایسے توکل کرو جیسے کہ اس کا حق ہے تو تمہیں ایسے رزق دیا جائے جیسے کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ (سنن الترمذی۔ ج۹، ص۱۴۷)

۲۔ نیت:

۱۔ ایک مسلم تاجر کی نیت تجارت میں یہ ہونی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک مقدس فریضہ کی انجام دہی کے لیے تجارت کررہا ہے لقولہ علیہ السلام: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة۔ حلال کمائی تلاش کرنا دیگر فرائض کے بعد فرض ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

۲۔ لوگوں کو ان کے وسائل حیات مہیا کئے جائیں جس سے ان کی زندگی بہ آسانی بسر ہوسکے۔

۳۔ غیر شرعی عقود و معاہدات کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب نازل

ہوتے ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش بازاروں اور مارکیٹوں کو رحمت خداوندی کا موردو مستحق بنائے۔

۴۔ شریعت نے جو مالی حقوق اس کے ذمہ عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کی نیت سے اسباب معاش کو اختیار کرے۔

۵۔ تجارت کو محض دنیا کمانے کے ذریعے کے طور پر اختیار نہ کرے۔ شریعت نے اسے فریضہ کہا ہے، اگر حکم شرعی پر عمل کی نیت سے اختیار کرے گا اور اس کے شرعی تقاضوں کو پورا کرے گا۔تو اس پر اسے اجر ملے گا، اس میں کوتاہی کی صورت میں وعید کا مستحق بھی ہوسکتا ہے۔

۶۔ اس سے حاصل ہونے والا حلال مال جب استعمال کروں گا، کھاؤں، پیئوں، پہنوں یا کسی طرح سے بھی استعمال کروں گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کی طرف توجہ ہوگی، شریعت پر آسانی سے عمل ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم فرمایا: کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ اے انبیاء کی جماعت پاکیزہ رزق کھاؤ تاکہ اعمال صالحہ کی توفیق ہو یعنی حلال رزق کھایا کرو اس سے اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے۔ نیکی کا شوق بڑھتا ہے، برائی سے نفرت ہوتی ہے، اعتقاد اور نیت ٹھیک ہونے کے بعد ایک مسلمان تاجر یا ملازم کو مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنی چاہئے:

۷۔ شرعی اصولوں کے مطابق تجارت کے فضائل کا استحضار کرے کہ تجارت میں شریعت کی پابندی سے مجھے یہ فضائل ضرور حاصل ہوں گے۔

۳۔ سچائی:

ویسے تو عام بول چال اور زندگی کے دیگر شعبوں میں سچائی کا اہتمام ضروری ہے لیکن تجارت میں سچ بولنے کی اہمیت اور زیادہ ہے، اس لئے کہ آپ دوسرے سے معاملہ کررہے ہیں اور اسے یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ میں جو کہہ رہا ہوں یہ سچ ہے۔ وہ آپ کی بات پر اعتماد کرکے آپ سے معاملہ کررہا ہے، اگر بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہو تو اس کا آپ سے اعتماد اٹھ جائے گا، آپ کے دیگر قول وفعل کا بھی وہ اعتبار نہ کرے گا، پھر یہ بات اس تک محدود نہ رہے گی، وہ جس سے ملے گا، اس کا تذکرہ کرے گا، آپ کا کاروبار خراب ہوگا، معاشرے میں آپ کا مقام مجروح ہوگا، ساکھ خراب ہوگی، یہ تو دنیوی اور ظاہری نقصان کی ایک جھلک ہے، آخرت کا نقصان اس سے کہیں زیادہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار تشریف لائے دیکھا کہ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں آپ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے تاجروں کی جماعت اللہ کے رسول کی بات غور سے سنو، تاجر متوجہ ہوکر آپ ﷺ کی بات سننے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجر لوگوں کا حشر قیامت کے دن بدکار لوگوں کے ساتھ ہوگا، البتہ وہ تاجر جس نے اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کیا اور نیکی اختیار کی اور سچائی کو اپنا شیوہ بنایا وہ آخرت کی اس رسوائی سے بچ جائے گا۔ (سنن الترمذی: ج۴، ص۴۷۲)

۴۔ خیر خواہی:

مسلمان تاجر اپنے بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے یعنی جس شخص کے ساتھ معاملہ کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کو مجھ سے فائدہ اور خیر حاصل ہو جو چیز اسے دے اس کے جملہ اوصاف اور حقیقی فوائد بتا کر قیمت طے کرے، چیز کے اوصاف کا لحاظ کئے بغیر اس کے معیار سے زائد قیمت لینا یہ خیر خواہی اور مروت کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین تو خیر خواہی کا نام ہے، پوچھا گیا کہ کس کے لئے؟ فرمایا کہ اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لئے، مسلمان ائمہ کے لیے اور عام عوام کے لیے۔ (صحیح مسلم: ج۱،ص۲۴۱)

۵۔ ہر موقع پر شرعی تقاضے کو مقدم رکھے:

ایک مسلمان تاجر کی شان یہ ہے کہ وہ تجارت کو حکم شرعی سمجھ کر کرے اور احکام شرع میں جو مراتب کا لحاظ ہے اسے ملحوظ رکھے، مثلاً جب اذان ہو جائے تو کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے کی فکر کرے قرآن مجید میں صحابہ کی تجارت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے "رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الْاٰيَةُ" یعنی وہ لوگ اپنی ضرورت کے لئے تجارت بھی کرتے تھے، لیکن یہ مالی معاملات انہیں اللہ کے ذکر نماز وغیرہ سے غافل نہیں کرتے تھے۔

ہر وقت تجارت ہی کی فکر میں نہ رہے دیگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھی ان کا مناسب وقت دے، مثلاً گھر والوں، اولاد، والدین دیگر رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی میں تجارت کی وجہ سے کوتاہی نہ کرے۔

۶۔ قناعت:

اعتدال سے جو مال حاصل ہو اسی پر قناعت کرے اس حرص وہوس میں نہ رہے کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ مال کماؤں، اس سے اللہ تعالیٰ سے اعتماد ہٹ کر اپنے کام پر اعتماد آجاتا ہے، جو آخرت کی تباہی کا باعث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غنا (مال داری) مال کی کثرت کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقی غنا نفس کا غنا ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ج۲۱،ص۳۱۱)

۷۔ مراقبہ ومحاسبہ:

تاجر جیسے دن کے آخر میں یہ حساب لگاتا ہے کہ مجھے کتنا نفع ہوا۔ کتنا نقصان ہوا؟ نفع کس وجہ سے ہوا؟ نقصان کس وجہ سے ہوا؟ تاجرانہ دماغ سے جیسے نفع ونقصان سوچتا ہے اسی طرح مسلمان تاجر کو ہر دن کے خاتمے پر اس کا بھی محاسبہ کرنا چاہئے کہ اس تجارت کی وجہ سے میرا دین وایمان تو خراب نہیں ہو رہا ہے؟ اعمال واخلاق خراب تو نہیں ہو رہے؟ فکر آخرت میں کمی تو نہیں ہو رہی؟ دنیوی حرص وہوس میں مبتلا تو نہیں ہو رہا؟ بیوی، بچوں اور دیگر حقوق مسلمانوں کے میرے ذمہ ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے قبل کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اور اپنے آپ کو بڑی پیشی کے لیے تیار رکھو، جس نے دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہوگا قیامت کے دن اس کا حساب کتاب آسان ہوگا۔ (سنن الترمذی: ج۹،ص۳۳۷)

۸۔ عدل وانصاف:

مسلمان تاجر کا وصف خاص اس کا عادل ہونا، یعنی ظلم اور ناانصافی کی جتنی بھی ممکنہ صورتیں بازاروں میں رواج پاچکی ہیں اپنے کاروبار کو ان سے پاک رکھے، مثلا سود، دھوکہ، ناپ تول میں کمی، صاحب حق کا حق وقت پر باجود استطاعت کے ادا نہ کرنا، ان تمام صورتوں سے اپنی تجارت کو پاک رکھے۔

۹۔ رحمت اور نرمی کا معاملہ:

مسلمان تاجر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ رحم وکرم والا معاملہ کرے، لقولہ علیہ السلام "الراحمون یرحمهم الرحمن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے۔ جو شخص واقعتاً رحم کا مستحق ہے اس کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص کو کسی چیز کی ضرورت ہے وہ چیز آپ کے پاس ہے وہ آپ سے خریدنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے پاس رقم نہیں یا کم ہے تو اس کے ساتھ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے وہ چیز مفت یا کم دام میں دی جائے اور اس کے عوض اللہ کے فضل وکرم کی امید رکھی جائے۔

۱۰۔ صدقۂ نافلہ کا اہتمام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجار کو خطاب کر کے فرمایا کہ معاملات میں دانستہ یا نادانستہ طور پر ایسی چیزیں ہو ہی جاتی ہیں جو شرعا پسندیدہ نہیں، ان کے اثراتِ بد کے ازالے کی صورت یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً صدقات کا اہتمام کیا کرو،

صرف صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ پر ہی اکتفاء نہ کرو بلکہ مالی معاملات میں گناہوں کے اثرات کے ازالے کے لئے صدقات نافلہ کا بھی اہتمام کرو۔ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۸۹۰)

۱۱۔ تقویٰ اور نیکی کو اختیار کرے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار تشریف لائے اور فرمایا اے تاجروں کی جماعت اللہ اور اس کے رسول کی بات سنو! تاجروں نے اپنی گردنیں اور نظریں اونچی کر کے دیکھا کہ کوئی خاص بات ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر اور گناہ گار لوگوں کے ساتھ ہوں گے، مگر وہ تاجر جو اپنی تجارت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور نیکی اختیار کی اور سچائی پر قائم رہا وہ اس سے بچ جائے گا۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۱۳۱)

۱۲۔ دن کے پہلے وقت کام شروع کرے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دن کے پہلے وقت میں برکت کی دعاء فرمائی اور اس پر عمل بھی فرمایا، جب کوئی لشکر دشمن کی طرف روانہ فرماتے تو صبح سویرے روانہ فرماتے۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۲۳۹)

اس حدیث کے راوی حضرت صخر الغامدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل فرمایا، یہ بھی تاجر تھے اپنے کارندوں کو صبح سویرے کام پر لگاتے تھے اور اس برکت کا عملی مشاہدہ کیا کہ ان کے مال میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطاء فرمائی اور وہ بہت بڑے مالدار بن گئے۔

۱۳۔ معاملہ لکھ کر کرے:

عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غلام خریدا تو یہ معاملہ لکھ کر کیا گیا، جس کی صورت اس طرح تھی (یہ غلام عداء بن خالد بن ہوذہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدا اس میں کوئی اندرونی بیماری اور ظاہری کوئی عیب نہیں، اور نہ یہ چوری یا غیر شرعی طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے، اور یہ معاملہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ ہوا ہے۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۱۳۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ معاملہ کو لکھ کر کیا جائے تو آئندہ جھگڑے سے بچت ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ ہر چیز لکھی ہوئی ہے، اور عاقدین کے دستخط بھی ہیں، گواہوں کے بھی دستخط ہوں تو اور زیادہ معاملہ پختہ ہو جائے گا، موقع پر کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ میں نے یہ نہیں کیا تھا۔

۱۴۔ خریدے ہوئے سامان کو بخوشی واپس لے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شرمندہ نادم شخص سے بیچی ہوئی چیز واپس لے کر اس کے پیسے واپس دیدے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائیں گے۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۰۰۱)

مسلمان تاجر کو چاہئے کہ اگر کوئی شخص اس سے کوئی چیز خریدنے کے بعد اس سودے پر راضی نہیں، اب وہ چیز دکان دار کو واپس کرنا چاہتا ہے، تو دکان دار اس سے آخرت کے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ چیز واپس لے لے۔ اس سے

آخرت کا نفع تو یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے بھائی کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی وجہ سے اس سے درگزر فرمائیں گے، ہوسکتا ہے دنیا میں بھی اس کا نفع زیادہ مل جائے کہ وہ چیز اس سے زیادہ دام میں آپ سے کوئی اور خرید لے۔

۱۵۔ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کردے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تنگ دست کو مہلت دے کہ جب تیرے پاس پیسے آئیں میری رقم ادا کردینا یا اس کی تنگ دستی کو دیکھ رحم آگیا اور قرض معاف کردیا کہ میں آپ سے اپنا قرضہ واپس نہیں لوں گا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اور کوئی سایہ اس کے علاوہ نہ ہوگا۔ (مسلم حدیث نمبر ۵۳۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے کسی شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا اس کے پاس کوئی نیکی نہیں تھی لیکن وہ مال دار شخص تھا، لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا تھا، اپنے نوکروں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ کوئی تنگدست غریب آجائے تو اس کے ساتھ معاملے میں نرمی کریں یعنی اگر پیسے کم ہیں یا بالکل نہیں اور کوئی چیز اسے چاہئے تو وہ چیز اسے معمولی پیسوں کے بدلے میں دے دو، اگر بالکل نہیں تو مفت دے دو تو اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ بھی درگزر والا معاملہ کرو، ہم اس کے ساتھ معاف اور درگزر کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر ۱۹۳۵)

اسی طرح تاجر حضرات کو بھی ایسے مواقع سے اپنے لئے اُخروی منافع حاصل کرنے چاہئے اس لیے کہ وہاں ان چیزوں کی زیادہ ضرورت پڑے گی۔

۱۶۔ دورانِ تجارت ذکر اللہ کا اہتمام:

تجارت کرتے ہوئے ذکر اللہ کا اہتمام بھی ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد تجارت میں مشغول ہوجائیں اور ساتھ ہی ذکر اللہ بھی کثرت سے کریں۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ، وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن۔

(سورۃ الجمعہ)

ترجمہ: ’’جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہوجاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (یعنی رزقِ حلال) تلاش کرو، اور اس کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری رکھو تاکہ دونوں جہاں میں کامیاب ہوجاؤ۔‘‘

۱۷۔ جس سے معاملہ کرے اس سے نرمی کا برتاؤ کرے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند فرماتے ہیں جو بیع وشراء اور قضاء کے وقت نرمی کا معاملہ کرے، امم سابقہ میں ایک شخص کی صرف اس وجہ مغفرت ہوئی کہ وہ جس سے معاملہ کرتا تھا اس سے نرمی کا برتاؤ رکھتا تھا۔ مسلم تاجر کو نرم خو اور خوش اخلاقی کا معاملہ کرنا چاہئے، گاہکوں کے ساتھ ترش روی اور بداخلاقی اور بدزبانی اور جھگڑا کرنا اسلامی اخلاق کے بالکل خلاف ہے،

مسلمان اور انسان کی عظمت ووقار کا لحاظ رکھنا چاہئے، اگر وہ کسی ضرورت سے آپ کے پاس آیا ہے تو اس سے حسن اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملنا اور اس کے مناسب بہتر انداز سے بات کرنا آپ کا فرض ہے۔

۱۸۔ واضح حلال کو اختیار کرے:

یعنی جو معاملات شریعت نے حلال کیے ہیں اور ان کی حلت میں کسی کو شک وشبہ نہیں انہیں کو اختیار کرے۔

۱۹۔ واضح حرام سے اجتناب کرے:

جن معاملات کو شریعت نے حرام کیا ہے، ان کی حرمت میں کسی کو اختلاف نہیں، ان سے مکمل پرہیز کیا جائے کسی بھی صورت میں ان کو اختیار نہ کیا جائے۔

۲۰۔ حاصل ہونے والے مال کو اللہ کا فضل وانعام سمجھے:

تجارت یا کسی جائز محنت سے حاصل ہونے والے مال ودولت کو اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان سمجھے، اسے اپنے ذاتی ہنر اور کمال کا نتیجہ نہ سمجھے، اس سے بعض اوقات نعمت وبال اور عذاب بن جاتی ہے۔

۲۱۔ مال کو نافرمانی کے کاموں میں نہ لگائے:

مال اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے، جس محسن نے یہ احسان کیا ہے اس نے اس کے خرچ کرنے کے جو مواقع بتائے ہیں انہیں پر اسے لگائے، جہاں لگانے سے اس نے منع کیا ہے وہاں مت لگائے، اپنی بیوی، بچوں کی ناجائز

خواہش پورا کرنا جائز نہیں، اس میں مال لگانا بھی گناہ ہے، ان کے جائز حقوق مالیہ کی ادائیگی میں باوجود قدرت کے کوتاہی کرنا بھی گناہ ہے۔

۲۲۔ گاہک سے اچھا سلوک:

گاہک (کسٹمر) کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے ساتھ بدسلوکی، ترش روی، بدزبانی، گالی گلوچ اور لڑائی کرنا جائز نہیں، جو چیز وہ لینا چاہتا ہے اس کی پوری حالت وکیفیت اس کے سامنے رکھی جائے اس چیز کی کوئی بات گاہک سے چھپائی نہ جائے۔

۲۳۔ کسی جائز پیشے کو حقیر نہ سمجھے:

رزق حلال کمانے کے جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے حلال کئے ہیں ان میں سے جو بھی اختیار کرتا ہے کرسکتا ہے، ان طریقوں میں درجات کے لحاظ سے فرق ہے۔ بعض طریقے اعلیٰ درجے کے سمجھے جاتے ہیں، بعض کم درجہ کے جانے جاتے ہیں، جس انسان کو جو جائز پیشہ میسر ہو اس کو اختیار کرے، دوسروں کو حقیر وذلیل نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا مقام آپ سے بہتر ہو۔ عزت وذلت کا مدار قبولیت پر ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کو قبولیت حاصل ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اسے بلند مرتبہ مل جائے۔ آپ جو دنیا میں پیشے کے لحاظ سے بڑی عزت والے سمجھے جاتے تھے قبولیت نہ ہونے کی وجہ سے ذلیل ہوجائیں۔

۲۴۔ سامان میں کوئی عیب ہو تو اسے نہ چھپائے:

تاجر کو چاہیئے جو سامان فروخت کرے اس کی مقدار اور کیفیت میں سے کوئی چیز گاہک سے نہ چھپائے، اس بارے میں اسے کسی اشتباہ میں نہ رکھے، اس طرح اگر آپ نے دھوکا دے کر کوئی غلط چیز اسے دے دی اور اس سے زیادہ پیسے لے لیے تو اس میں برکت نہ ہوگی، جیسے وہ پیسے آپ کے پاس آئے ہیں ویسے ہی چلے جائیں گے، (وان کتما وکذبا محقت برکة بیعهما) (بخاری)

اگر تاجر اور گاہک اپنے معاملے کی حالت وکیفیت سے ایک دوسرے کو آگاہ رکھیں گے تو ان کے اس معاملے میں برکت ہوگی، اور اگر ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش میں جھوٹ بولیں جس سے چیز کی اصل حالت یا اس کی قیمت میں کوئی ابہام رہ جائے تو اس معاملہ کی برکت ختم ہوجائے گی۔

۲۵۔ جو چیز ملکیت میں نہ ہو اسے فروخت نہ کرے:

وہ چیز فروخت کی جائے جس کے آپ مالک ہوں اور وہ چیز آپ کے قبضہ میں ہو، ایسی چیز فروخت کرنا جو ابھی تک آپ نے خریدی نہیں یعنی آپ کی ملک میں نہیں یا ملک میں تو ہے لیکن قبضہ اور ضمان میں نہیں، اسے آگے فروخت کر کے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، آج کل ہمارے بازار جوئے اور سٹے سے بھرے ہوئے ہیں یا جیسے باغوں کی بیع وشراء پھل آنے سے پہلے ہی ہوجاتی ہے، یہ بھی ناجائز معاملہ ہے یا آپ کی ملک میں تو ہے آپ اسے خریدنے والے کو دینے پر قادر نہیں، جیسے ایک چیز آپ نے خریدی، ابھی تک آپ کے قبضے اور ضمان میں نہیں اور آپ نے آگے فروخت کردی تو یہ بھی جائز نہیں۔

حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر مجھ سے سے ایسی چیز مانگتا ہے جو میرے پاس اس وقت نہیں ہوتی، کیا میں بازار سے خرید کر اسے دے سکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی چیز نہ فروخت کرو جو آپ کے پاس موجود نہیں۔ (سنن الترمذی: ج۵، ص۹)

۲۶۔ اذان کے بعد دنیاوی کام کاج چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو:

جب اذان ہوگئی تو گویا اللہ تعالیٰ بلا رہے ہیں کہ دنیوی دھندے چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ، کچھ دیر کام چھوڑ کر تازہ دم ہو جاؤ، اس کا دھیان رکھو کہ جس کے بندے ہو اس کا بھی حق ہے، دماغ کو کچھ دیر کے لئے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی طرف لگاؤ تا کہ چارج ہو کر صحیح کام کرسکو۔

۲۷۔ جو کام کرنا چاہتا ہے اس کا حکم شرعی معلوم کیا جائے:

تجارت جب شرعی فریضہ ہے تو اس کے کچھ آداب وشرائط ہیں، کچھ ممنوعات ہیں جب تک ان تمام چیزوں کو مسلمان تاجر سیکھ نہیں لیتا اس وقت تک وہ شرعی حدود کی رعایت نہیں کرسکتا اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ جو شخص تجارت کرنا چاہتا ہے اسے تجارت سے متعلق شرعی احکام کا علم بھی سیکھنا فرض ہے۔ یعنی اس بات کا علم کہ کون سا کاروبار جائز ہے؟ اور کون سا ناجائز ہے اور

کن کن چیزوں سے کاروبار میں برکت ہوتی ہے، کون کون سے طریقوں سے تجارت خراب ہو جاتی ہے، معاملہ شرعی حدود سے نکل جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقاعدہ طور پر یہ قانون بنایا ہوا تھا کہ مسلمانوں کے بازار میں وہی شخص تجارت کرسکتا ہے جو اس کے مسائل اچھی طرح جانتا ہو۔ (سنن الترمذی: ج۲، ص۳۰۸)

۲۸۔ اخروی فائدہ ملحوظ رکھے:

جو معاملہ کرے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو ملحوظ رکھے، پھر جو مال کمائے اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا وآخرت ملحوظ ہو یعنی اسے اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں استعمال کرے۔

۲۹۔ صدقات میں سارا مال نہ لگائے:

سارا مال صدقات وغیرہ میں نہ لٹائے بلکہ اپنی دنیوی ضروریات کے لئے بھی کچھ بچا کر رکھے تا کہ بعد میں پریشان نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ کل یہ شکایت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تنگ دست کر دیا۔ وابتغ فیما اتاك الله الدار الاخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا اور جو رزق اللہ نے آپ کو دیا ہے اس سے آخرت کا گھر آباد کرو، اور دنیوی مالی حقوق جو آپ کے ذمہ ہیں وہ بھی ادا کرو۔

۳۰۔ شرعی مالی حقوق ادا کرے:

جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ احسان کیا وہ بھی دوسروں کے ساتھ

احسان کرے یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بغیر استحقاق کے اسے دیا ہے تو یہ بھی آگے دوسرے مستحقین، اقرباء اور دیگر مسلمانوں کی صلاح وفلاح میں اسے خرچ کرے، اسے روک کر نہ رکھے اور نہ اسے اپنی ذاتی قابلیت کا نتیجہ سمجھے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی عطاء وفضل سمجھ کر اس کی مرضیات میں لگائے۔ ’’واحسن کما احسن اللہ الیک‘‘ اور اللہ تعالیٰ نے جیسے بلا استحقاق مال دے کر آپ کے ساتھ احسان کیا اسی طرح آپ بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرو اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ان کا تعاون کرو۔

۳۱۔ نافرمانی میں مال نہ لگائے:

دیگر نعمتوں کی طرح مال بھی بہت بڑی نعمت ہے، اور نعمت کا حق یہ ہے کہ اسے صرف اس جگہ استعمال کیا جائے جہاں منعم نے حکم دیا ہے اور یہی نعمت کا شکر ہے، اور شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے بھی نعمت بڑھے گی، نافرمانی میں استعمال کرنا یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور اس سے نعمت چھن جاتی ہے۔ ولا تبغ الفساد فی الارض۔ یہ مال جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس سے زمین میں فساد مت پھیلاؤ، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مال مت ضائع کرو۔

۳۲۔ شرعی معاملات کو رواج دے:

مسلمان تاجر کو چاہئے کہ شرعی عقود کو رواج دے، جتنے غیر شرعی طریقے بازاروں میں رائج ہیں ان سے مرعوب نہ ہو کہ میں اکیلا ان کا مقابلہ کیسے کروں گا، اگر میں صحیح شرعی اصولوں پر تجارت کروں گا تو مجھے نفع نہ ہوگا، مارکیٹ سے

لوگ نکال دیں گے، یہ سب شیطانی خیالات ہیں ’’اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ‘‘ (یعنی شیطان تمہیں فقر وفاقہ سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے) کہ دین پر عمل کرو گے تو بھوک سے مر جاؤ گے۔ ہر چیز میں حرام کی ملاوٹ ہے، اس لیے حرام ہی کو اختیار کرلو۔ اللہ غفور رحیم ہے، ایسی شیطانی چالوں سے مت ڈریں، اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں، جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور اس وقت رزق دیا جب ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے تو اب ہم جب کچھ کرنے کے قابل ہوئے تو اب اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام پر چلنے کی وجہ سے بھوکا نہیں مارے گا، اس لئے ہمت کر کے دوسرے بھائیوں کو بھی اس کی دعوت دے کر اس پر تیار کرے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے دستگیری اور مدد ہوتی ہے، بازاروں میں جو غیر شرعی عقود رائج ہیں یہ شیطانی دھوکا ہیں اور شیطانی دھوکا رحمانی تدبیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا، جب ہم مسلمان ہیں اور اپنے دیگر معاملات مثلاً نماز، روزہ، نکاح اور موت کو شرعی اصولوں کے مطابق انجام دیتے ہیں تو تجارت ومعیشت کو بھی شرعی اصولوں پر قائم کریں اس لئے کہ یہ پوری زندگی کے لئے ستون کا کام دیتی ہے اگر ستون کمزور ہو تو پوری عمارت گر جائے گی، جب ہماری معیشت حرام پر قائم ہوگی تو اس سے سارے معاملات متأثر ہوں گے۔

آخری بات:

مسلمان تاجر کے اوصاف تاجر کو اختیار کرنے چاہئے، اسی سے ہماری معیشت ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہے، تجارت سے ہمارے جو مقاصد ہیں یعنی

حقوق العباد وحقوق اللہ جو مال سے متعلق ہیں ان کی صحیح طور پر ادائیگی ہو جائے وہ بھی اسی طرح ہوگی، مسلمان اور کافر میں فرق بھی انہی اوصاف سے واضح ہوگا کہ مسلمان ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھتا ہے اس لئے اس کے بتائے ہوئے قانون سے باہر نہیں جاتا یہ بھی انہی اوصاف سے پتہ چلے گا۔ مسلمان تاجر کے اوصاف آج غیر مسلم اپنا کر ترقی کے عروج پر پہنچ چکے ہیں، اور پوری دنیا پر اپنی معیشت کو مسلط کیا ہوا ہے اور ہم اپنی حقیقت کو کھو کر در بدر ذلت ورسوائی کو اپنا مقدر بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذلت ورسوائی سے نجات دیں اور حقیقی ترقی کے اسباب اختیار کرنے کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر میدان میں اپنی مرضیات پر چلا کر کامرانی سے ہمکنار فرمائے، اپنی باتوں پر اعتماد اور یقین کی دولت سے سرفراز فرمائے کہ یہی ہر نیکی کی بنیاد ہے اور دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی سے حفاظت فرمائے آمین۔

سود کی تعریف

سود کی تعریف یہ ہے:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِباً۔

کہ ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچ لائے، وہ سود ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے دوسرے کو ایک ہزار روپے قرض دیا اور وہ یہ کہے کہ تم مجھے ایک ہزار اور ایک سو روپے واپس کرنا تو یہ اضافی سو روپے سود ہے۔

”سود خوری“ قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ۔

اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اَیْ يُذْهِبُ بَرَكَتَهٗ وَ يُهْلِكُ الْمَالَ الَّذِی يَدْخُلُ فِيْهِ۔

یعنی جو شخص سودی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کاروبار میں برکت کو ختم کر دیتے ہیں، اور جو مال سود میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس اصل مال کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اِنَّ الرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ کہ سود کا مال جتنا بھی بڑھ جائے فَعَاقِبَتُهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ پس اس کا انجام آخر کار یہی ہوتا کہ وہ گھٹتے گھٹتے ختم ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال)

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافاً مُّضٰعَفَةً۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِی

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ. ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا.

ترجمہ: جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے انہیں شیطان نے چھولیا ہے اور یہ (ذلت وخواری) محض اس وجہ سے ہوگی کہ وہ (دنیا میں) کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود کی مانند ہے۔

چناں چہ اس بدترین جملہ کے ذریعے انھوں نے حرام کو حلال کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جس وقت لوگوں کو قبروں سے نکلنے کا حکم فرمائیں گے تو لوگ تیزی سے دوڑ پڑیں گے، سوائے سودخوروں کے، کہ وہ مرگی کے مریض کی طرح بار بار گر پڑیں گے۔ چوں کہ انھوں نے دنیا میں خوب سود کھایا تھا، اللہ تعالیٰ اس دن ان کے پیٹوں کو بھی خوب بڑھا دے گا اور وہ اتنے بھاری ہو جائیں گے کہ جیسے ہی وہ اٹھیں گے اپنے پیٹ کے بوجھ سے فوراً گر پڑیں گے۔ ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ اگرچہ سودی کاروبار کرنے والے کا مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آرہا ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ گھٹ رہا ہوتا ہے اور بالآخر وہ ختم ہوجاتا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سودخور قیامت کے دن پاگل اٹھیں گے اور اس طرح سارے اہل محشر کو پتہ چل جائے گا کہ یہ سودخور لوگ ہیں۔ (۱۲۹ المعجم الکبیر للطبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں شب معراج میں آسمانوں پر چڑھ رہا تھا تو میں نے اپنے سر پر بجلی کی کڑک کی آوازیں سنیں اور میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ

تھامے ہوئے ہیں اور وہ اس قدر بڑے ہیں کہ جیسے کوئی گھر ہو اور اس میں سانپ اور بچھو ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتلایا کہ یہ سودخور ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت کا فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ (کنزالعمال)

سود کو مختلف حیلوں سے حلال بنا کر کھانے والے قیامت کے دن کتوں اور خنزیروں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے جس طرح اصحابِ سبت (بنی اسرائیل کی وہ قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا تھا) نے حیلہ سازی کی تھی کہ وہ ہفتہ کے دن تو مچھلی نہیں پکڑتے تھے البتہ انھوں نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا رکھے تھے، جب ان میں مچھلیاں پھنس جاتیں تو اگلے روز جا کر انہیں نکال لاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل بندروں کی شکل میں مسخ فرمادیا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے گئے یہاں تک کہ ہم خون کی ایک نہر پر پہنچے، میں نے دیکھا اس کے درمیان ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص اور ہے، جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے، جس وقت نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی جگہ

جا پہنچتا ہے، وہ جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اس کو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا؟ فرمایا: سود خور۔ (صحیح البخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (یعنی سود لینے والے اور سود دینے والے پر)۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: سود کھانے اور کھلانے والا اور اس کے دونوں گواہ اور اس کے کاتب جب کہ اس بات کو جانتے ہوں کہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لیے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کو ٹالنے والا اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس ہو جانے والا، یہ سب بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم (بروزِ قیامت) ملعون ہوں گے۔ (۳۴ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایک درہم سود سے حاصل کرے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں عطاء خراسانی کی سند سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا سود کے

بہتر (۷۲) درجے ہیں ان میں سب سے چھوٹا درجہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرے، اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے۔ مگر سود خور کو تندرستوں کی طرح کھڑا ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اس طرح کھڑا ہوگا جیسے کسی کو شیطان جن وغیرہ نے لپٹ کر خبطی کر دیا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے پاس ایک درہم اپنا ہو اور ایک درہم سود کا ہو، اگر اس کو استعمال کرے گا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

آج جس کو دیکھیں بینک میں پیسے جمع کر کے سود کھا رہا ہے۔ جبکہ سود کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعید سنا رہے ہیں کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔ آج حلال کی فکر ختم ہوگئی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ صبح کو دکان کھولوں شام کو کروڑ پتی بن جاؤں، چاہے حرام طریقے سے کام کرنا پڑے، جس طریقے سے بھی ہو دولت ملنی چاہیے۔ پس بھائیوں ایک واقعہ سنا کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

﴿حرام طریقے سے مال کمانے کا انجام﴾

ایک بزرگ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو

دیکھا کہ اس کا ہاتھ بغل سے کٹا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس سے پوچھا کہ بھائی! کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا کہ میں ایک ظالم پہلوان کے دوستوں اور حاشیہ برداروں میں سے تھا، ایک مرتبہ میں جارہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص کے پاس زبردست مچھلی ہے، میں نے اس سے کہا کہ وہ مچھلی مجھے دے دے، اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اسے پیسے دے کر اہل وعیال کے لیے خریدا ہے، تمہیں نہیں دوں گا۔ چوں کہ میں پہلوانوں کے ساتھ رہا کرتا تھا، کمزوروں اور تہی دستوں پر ظلم کر کے انہیں کنگال کرنا تو ہمارا شیوہ تھا، میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک دھول رسید کی اور مچھلی لے کر چلتا بنا، راستہ میں مچھلی نے میری انگلی کو دبا دیا، جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی، خیر کسی طرح گھر پہنچا، مگر میری تکلیف بڑھتی ہی رہی یہاں تک کہ صبح حکیم کے پاس گیا، اس نے کہا کہ انگلی کو کاٹ دینا ضروری ہے ورنہ زہر ہاتھ میں پہنچ سکتا ہے، میں نے انگلی کٹوا دی، اب میرے ہاتھ میں درد شروع ہوگیا، حکیم نے اس کا کاٹنا بھی تجویز کیا، یہاں تک کہ میرا ہاتھ بغل تک کاٹ دیا گیا۔

اس کے بعد میری ملاقات ایک دوست سے ہوئی، اس نے کہا کہ تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا تھا؟ میں نے اس کو مچھلی والے کا سارا قصہ سنا دیا، اس نے کہا کہ اگر تم پہلی ہی تکلیف میں مچھلی والے سے معافی مانگ لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، اب بھی کچھ نہیں گیا، اس سے جا کر معافی مانگ لو ورنہ یہ نوبت آجائے گی کہ تمہارا سارا جسم کاٹ کاٹ کر پھینک دیا جائے گا۔

میں نے فوراً اس کی تلاش شروع کی، چناں چہ اس سے ایک جگہ ملاقات

ہوئی، میں فوراً اس کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگنے لگا، میں نے اسے سارا قصہ یاد دلایا اور اپنا جسم دکھلایا، وہ بیچارہ آب دیدہ ہوگیا اور معاف کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو اللہ کی قسم، یہ بتاؤ جب میں نے تم سے ظلماً مچھلی چھین لی تھی تو تم نے بددعا تو نہیں کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے کہا تھا، اے اللہ! اس شخص نے اپنی طاقت اور قوت کا استعمال کر کے مجھ غریب کی مچھلی چھین لی ہے، اب تو مجھے اپنی طاقت دکھلا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! تم نے اب اللہ کی قدرت دیکھ لی کہ کس طرح اس نے میرے ظلم کا انتقام لیا اور عاجز بنا کر تمہارے قدموں میں لا ڈالا، میں توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد کسی پر ظلم نہیں کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (رزق حلال اور اس کے اثرات)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام امتِ مسلمہ کو رزقِ حلال عطا فرمائے اور رزقِ حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ
بِحُرْمَةِ حَبِيْبِكَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنَ۔